April, 1972

ماہنامہ

انوار الصوفیہ

مدیر اعلیٰ
غلام رسول

نگران اعلیٰ
جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب

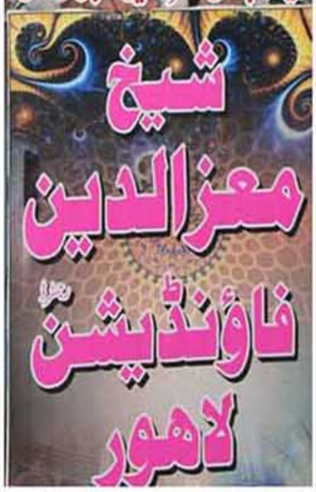
مقام اشاعت: کوٹ عثمان خاں قصور ضلع لاہور



انوار الصوفیہ رسالہ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام ۱۹۰۴ کو شروع کروایا تھا رسالہ انوار الصوفیہ کی ۴۲ جلدیں مہیا کرنے پر جناب محمد محمود صاحب کا مشکور ہو اور ان رسائل کا سکین کا تمام کام شیخ معزالدین فاؤنڈیشن کے بانی جناب پروفیسر محمد عاطف صاحب نے کروایا ہے،(بختیار حسین جماعتی) رسائل کی لسٹ درج ذیل ہے



1	1950 February	15	1965 March	29	1973 October
2	1950 March	16	1966 September	30	1973 November
3	1959 May June	17	1966 October	31	1974 February
4	1959 Sept October	18	1966 November	32	1974 April
5	1961 March	19	1967 October	33	1974 May June
6	1961 September	20	1968 October Nov	34	1974 July
7	1961 October Nov	21	1971 Agust	35	1974 May June
8	1962 April	22	1971 December 1972 Jan	36	1975 Agust
9	1962 January	23	1971 May	37	1975 July
10	1962 November	24	1971 July	38	1975 May
11	1962 December	25	1971 Semptember	39	1975 September
12	1963 March	26	1972 April	40	1976 Nov Dec
13	1964 May JUne	27	1973 January	41	1976 Sep Oct
14	1964 JUNE	28	1973 September	42	1977 March April





بسرپرستی مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم
بہ نظر عنایت حضرت مولانا الحاج سید محمد حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ
بہ ظل عاطفت حضرت مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب علی پوری

ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور

جلد ۶۰ | بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۶۲ء | شمارہ نمبر ۵

مدیر مسئول
غلام رسول گوہر جماعتی

مدیر معاون
مولانا محمد عبد العزیز صاحب نقشبندی مرتضائی

بدل اشتراک

سالانہ چندہ	۵ روپے
معاونین سے	۱۰ روپے
سرپرست حضرات سے	۲۰ روپے

مقام اشاعت
اندرون کوٹ عثمان خان قصور، ضلع لاہور

محمود الحسن پرنٹر نے لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور سے چھپوایا اور غلام رسول گوہر پبلشر نے کوٹ عثمان خاں قصور سے شائع کیا!

ترتیب

مضمون — صفحہ

اس دائرے میں "سرخ نشان" اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے لہذا آئندہ شمارہ بذریعہ وی پی ارسال ہوگا۔ امید ہے کہ آپ حسب سابق سرپرستی فرمائیں گے۔

صوفی عبدالوہاب زاہد چشتی

بسمل ہوئے جاتے ہیں دلدار مدینے

جس بزم میں ہوتے ہیں اذکار مدینے کے
ضو پاش وہیں ہونگے انوار مدینے کے

فردوس بداماں ہیں گلزار مدینے کے
اشجار بہشتی ہیں اشجار مدینے کے

کیوں آپ کو نہ ہوں پیارے زوّار مدینے کے
سلطان دو عالم ہیں سرکار مدینے کے

ہیں عرش مکیں دربان قصر شہ والا پر
فردوس کے حامل ہیں حقدار مدینے کے

اغیاث و مشائخ ہیں اقطاب ہیں خواجہ ہیں
ابرار مدینے کے اخیار مدینے کے

صہبائے ازل ہمکو آنکھوں سے پلاتی
ہم برلب کوثر ہیں میخوار مدینے کے

ساقی نے پلائی ہے وہ روزِ ازل انکو
سرمست ہیں بیخود ہیں سرشار مدینے کے

ہر شیشہ میں ضو ان نے بھر دی ہے مئے گلگوں
ہیں ساغر جم جام گلنار مدینے کے

ہیں فقر مسلسل میں اندازِ شہنشاہی
سکانِ گرامی ہیں خوددار مدینے کے

پیغام حضوری ہے، انکا یہ غم دوری
قسمت کے سکندر ہیں بیمار مدینے کے

زائر کی نگاہوں میں دیوانوں کی آنکھوں میں
نازک ہیں رگِ گل سے یہ خار مدینے کے

تعظیم رسالت کے منکر یہ بات سمجھ رکھیں
گلہائے خلیلی ہیں اشرار مدینے کے

اصحاب و مہاجر بھی تعظیم کے لائق تھے
افضل تھے بہر محفل انصار مدینے کے

یارب انہیں پہنچا دے دربارِ شہ دیں تک
بسمل ہوئے جاتے ہیں دلدار مدینے کے

ہیں خلد محل یا ہیں فردوس مکاں زاہد
جنت کے ہیں کاشانے گھر بار مدینے کے

غلام رسول مدرس علی پور شریف

حیاتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے اور آپ ایک چمکتے سورج ہیں

قل للعیون الرمد ایاک ان تری سنا الشمس واستغشی ظلام اللیالیا

ترجمہ:۔ گرد آلود آنکھوں سے کہہ دو کہ اگر وہ آفتاب کی روشنی کو نہیں دیکھ سکتیں تو راتوں کی تاریکیاں اپنے اوپر اوڑھ لیں،

اہل سنت وجماعت کا یہ اتفاقی عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ ظاہراً اس عالم دنیا سے عالم برزخ (روضہ منورہ) کیطرف تشریف لے گئے ہیں۔ لیکن آپ کو عالم برزخ میں وہی پاکیزہ زندگی حاصل ہے۔ جو دنیا میں تھی اور اسی جسد اطہر کے ساتھ ہے جو دنیا میں تھا۔ جسے روضہ مطہرہ میں دفن کیا گیا تھا۔ گویا اس وقت آپ کی حیات طیبہ کی دو حیثیتیں ہیں ایک دنیاوی اور ایک برزخی یعنی زندگی دنیاوی ہے۔ لیکن حاصل برزخ میں ہے حیات برزخی سے مراد حیات فی البرزخ نہ یہ کہ حیات کی کوئی ایسی قسم برزخی ہے بلکہ زندگی جسمانی و دنیاوی برزخ میں حاصل ہے سید الکائنات صلے اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ شریف میں حیات عنصری جسمانی کے ساتھ تشریف فرما ہیں یا اسطرح کہا جائے کہ باعتبار تعلق بالبدن حیات جسمانی ہے اور باعتبار تعلق بالرزق حیات روحانی ہے کیونکہ قبر منور کی اس جسمانی زندگی کا مدار مادی رزق پر نہیں بلکہ برزخ کے روحانی رزق پر ہے بہرکیف ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو روضہ منورہ میں وہی حیات وزندگی عطا کی گئی ہے۔ جو کہ دنیا میں تھی اسمیں اہل سنت وجماعت سے کسی نے بھی اختلاف وخلاف نہیں کیا۔ جس کا نظر وفکر اس متفقہ عقیدہ سے متصادم ہے۔ یقیناً وہ اہل سنت سے نہیں۔ بلکہ اہل سنت تو کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات پر ہی تمام کائنات کی تخلیق وتکوین وحیات وبقاء موقوف ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا انکار تمام کائنات وموجودات کی زندگی کے انکار کے مترادف ہے۔ کیونکہ تمام عالم کی زندگی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھ وابستہ و ممکن ہے اگر حضور نہ ہوں تو کائنات نہ ہوا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سراجاً منیراً کہا ہے کہ آپ چمکتے ہوئے آفتاب نبوت ہیں اسی طرح تمام کائنات ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعلق ووابستہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمثیل وتشبیہ آفتاب مادی سے صرف سمجھانے کے لئے دی گئی ہے کیونکہ

جن چیزوں کا کیفیات معنویہ سے تعلق ہوتا ہے انکو مخصوص لفظوں سے بھی نہیں سمجھایا جا سکتا اور نہ ہی وہ بیان کی گرفت میں آتے ہیں بلکہ عام فہموں کو سمجھانے کے لئے تشبیہ وتمثیل کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے یہی حقائق سمجھانے کا آسان راستہ ہے کیونکہ معنوی کیفیات کا مشابہ جب کوئی محسوس صورت سامنے لاکر کھڑی کر دی جاتی ہے تو اس معنوی حقیقت کا سمجھنا ایک حد تک ممکن اور آسان ہو جاتا ہے اسی لئے قرآن وسنت میں بڑے بڑے مسائل مثالوں سے ہی سمجھائے گئے ہیں۔ (بیضاوی) کیونکہ بے کیف انسان کیفیات معنویہ کو محض لفظی ہیر پھیر سے نہیں سمجھ سکتا اسی لئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات ظاہر وباطن اور مقامات نبوت ورسالت وحیات دنیاوی وبرزخی کی لطیف ترین کیفیات کو جبکہ استدلال وبیان سے عام فہموں کے قریب کر دیا جانا ممکن نہ تھا تو انکی تفہیم وتبیین کے لئے یہی تمثیل کا راستہ اختیار کیا گیا اور محسوسات میں اس تمثیل کیلئے ایک ایسی ہستی کا انتخاب کیا گیا جو اپنے مادی اوصاف کے لحاظ سے یکتائے عالم اور بے مثال تھی جس کی نظیر سلسلہ مادیات میں نہ علویات میں تھی نہ سفلیات میں نہ آسمانوں میں تھی نہ زمینوں میں اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی ساری مخلوقات میں بے نظیر اور بے مثال ہیں اس لئے آپ کے یکتائے عالم ہستی کے روحانی کمالات اسی یکتائے مادیات ہستی کے کمالات کی بھی صورت میں سامنے لاکر روشناس کرائے تاکہ عام فہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات واوصاف جو کہ کیفیات معنویہ سے متعلق ہیں سمجھ سکیں، گویا کہ معنوی حقیقت (آفتاب نبوت صلے اللہ علیہ وسلم) کو حسی حقیقت (آفتاب مادی) کے ساتھ تمثیل وتشبیہ بیان کرکے عام فہموں کو آفتاب نبوت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات و اوصاف سے روشناس کرانے کی کوشش کی گئی ہے جیسا کہ آفتاب مادی (سورج) تمام تکوینی اشیاء کے لئے مربی ومؤثر ہے۔ اسی کے وجود سے اشیاء کائنات کا وجود وابستہ ہے اگر اس پر عدم آئے تو تمام کائنات ظلمات وتاریکی کے سمندر میں ڈوب جائے کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حیات اور جسمانیات جہاں بغیر حرارت کے زندہ نہیں رہ سکتے ان کے حق میں حرارت غریزی بمنزلہ روح ہے اگر وہ نہ ہے تو یہ عالم مادی بھی نہ ہے۔ جمادات نباتات اور حیوانات میں انسان سے لیکر ایک حقیر ترین کیڑے مکوڑے تک کی زندگی کا جزو اعظم حرارت ہے۔ مثلاً اگر بدن میں حرارت نہ ہو تو جسمانی اشیاء باقی نہیں رہ سکتیں۔ کائنات کے لئے حرارت بمنزلہ روح کے ہے اور یہ واضح ہے کہ اس گرمی اور گرمی روح کا سرچشمہ آفتاب کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس سے سب کو حرارت کا فیض پہنچتا ہے حتیٰ کہ خود حرارت کے جس قدر وسائل دنیا میں آگ پھیلائے ہوئے ہیں وہ بھی سب کے سب آفتاب ہی سے فیض پاکر آتشیں بنے ہوئے ہیں اگر سورج نہ ہو چقماق سے آگ نہ نکلے اگر آفتاب نہ ہو تو تمام پتھر اور لوہے ٹھنڈے پڑ جائیں اگر کھیتوں پر سورج اپنا نورانی سایہ اور آتشیں اثر نہ ڈالے تو ایک دانہ بھی نہیں پک سکتا

اور دنیا طعام وغیرہ سے محروم ہو کر تباہی کے گھاٹ اتر جائے۔

الغرض اگر سورج نہ ہو تو تمام کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے اسی طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مربی و موثر کائنات ہیں آپ کا وجود مسعود باعث تخلیق کائنات و وجود موجودات ہے آپ آفتاب نبوت ہیں جس سے پورے عالم روحانیت و مادیت کی روحانی و مادی زندگی قائم ہے کائنات کی بقاء و حیات آپکی ذات بابرکات سے ہی ہے جب کائنات کی بقاء و حیات و زندگی قیامت تک بلکہ اس کے بعد بھی آپ سے ہی ہے تو کیا آپ سے حیات منتفی ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا ممکن ہو تو تمام کائنات فناء کے مورد اتر جائے اور ظلمات و تاریکی میں ڈوب جائے نبوت و رسالت کے تاثیرات ختم ہو جائیں گمراہی عالم دنیا میں پر چھا جائے اور ہوائے نفس کی تخریبی کارروائیاں انفس و آفاق کے سکون کو تباہ و برباد کر دیں نفسانی اور شہوانی تنازعات ہی ہر طرف نظر آئیں دنیا میں امن و امان ختم ہو جائے شیطان اپنی تمام طاغوتی طاقتیں صرف کر کے تمام کائنات کو تہہ بالا کر دے لہذا کائنات کے وجود کے لئے ضروری ہے کہ آفتاب نبوت کے وجود و حیات کو تسلیم کیا جائے جس کے ساتھ تمام کائنات کی روحانی و جسمانی زندگی قائم ہے تاکہ وہ اپنے تعمیری اثرات سے دنیا و کائنات کی تاریکی و ظلمات کی گہرائیوں سے محفوظ رکھے روحانی و ابدی زندگی سے ان کو دوام بخشے اسی لئے قرآن مجید نے روحانی زندگی کا باعث سید الکائنات صلے اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے ارشاد ہے ولو

انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا الرحیما ۵

اور ان لوگوں نے جب اپنے آپ پر ظلم کیا تو اگر آتے آپ کے پاس اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے اور یہ رسول بھی ان کے لئے دعا مغفرت فرماتے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے اس آیتہ پاک کا حکم قیامت تک ہے تحقیق ان حکم الآیتہ باق بعد وفاتہ صلے اللہ علیہ وسلم (اعلاء السنن) ثابت ہو چکا ہے کہ اس آیت کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد بھی باقی ہے۔

باقی باقی

بوجی کا عرس

۱۴ ر اپریل بروز جمعہ صبح علی الصبح قریباً سات بجے سے گیارہ بجے تک حضرت مولانا الحاج معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب کی والدہ رحمۃ اللہ علیہا کا عرس کاشانہ حیدریہ میں منعقد ہو رہا ہے۔

نوٹ :۔ تبدیلی تاریخ ۱۰/۱۱ مئی کی بجائے ۱۱/۱۲ مئی کی وجہ یہ ہے کہ ۱۰ مئی کو بدھ کا دن آتا ہے۔ اس دن میں سرکاری طور پر گوشت کا ناغہ ہوتا ہے۔ اس اشتہار کو پڑھ کر جملہ یاران طریقت کا اخلاقی فرض ہے کہ جن کو رسالہ یا اشتہار نہیں پہنچا ان کو اس تبدیلی کی اطلاع دیں تاکہ تمام یاران طریقت صحیح تاریخوں میں عرس شریف کی حاضری دیں۔

مدیر مسئول

شکر اور اسکی حقیقت

قرآن پاک اور حدیث پاک میں شکر کا بہت ذکر آیا ہے۔ شکر کا حکم اور اس کے فضائل اور فوائد صوری و معنوی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولاتکفرون، تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا۔ اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔ ذکر اور شکر کا ایک ہی آیت میں جمع کرنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ ذکر جو اصل مقصود ہے۔ پورا نہیں ہوتا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی عطا شدہ نعمتوں کا شکر نہ کیا جائے اور اگر یہ کہا جائے کہ ذکر کی حقیقت ہی شکر ہے تو غلط نہ ہوگا ذکر و شکر میں، عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، یعنی ذکر عام ہے اور شکر خاص ذکر شکر کو شامل نہیں اور شکر ذکر کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو بیان فرمایا اور اس کے بعد فرمایا قلیلا ما تشکرون تم شکر تھوڑا کرتے ہو۔

اور فرمایا ان اشکر للہ ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللہ غنی حمید، اور جو شخص شکر کرتا ہے اپنے ہی فائدے کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو خدا بے پرواہ ستائش حمد و ثنا ہے۔ کافروں کو اللہ تعالیٰ نے ناشکری کرنے والے فرمایا افبالباطل یومنون وبنعمۃ اللہ یکفرون۔ کیا یہ لوگ یعنی کافر باطل پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ ناشکری کفر کا ثمرہ ہے۔ اور ایمان کا ثمرہ اپنے رب کی شکر گزاری ہے: مومن کامل وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا ہر وقت شکر کرے۔ کسی وقت بھی اس کے شکر سے غافل نہ ہو۔ اس لئے کہ کوئی بھی شخص اگرچہ بظاہر کتنا ہی فقیر اور محتاج گنا جائے مگر اس کو اللہ کی نعمتوں سے محروم اور بے نصیب نہیں کہا جائے گا۔ اس کا وجود اسکی حیات اسکا جسم اور جسم کے اعضاء جسم کی صورت اور بناوٹ؛ اس کا انسان ہونا جسم کے اندرونی اجزاء بھوک پیاس کا لگنا اور کھا پی کر سیر و سیراب ہونا، سونا اور پھر جاگنا، جسم میں ہڈیاں اور گوشت اور رگوں کا اور قلب اور جگر اور پھیپھڑوں کا اور خون کا ہونا اسی طرح سوچنے والے کے لئے اس کے نفس اور بیرون نفس میں ان گنت نعمتیں ہیں وان تعدو نعمۃ اللہ لاتحصوھا اگر تم اس کی نعمتوں کو گننے لگو تو گن نہ سکو، سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

ہر نفسے کہ فرو میرود ممد حیات است و چوں بر می آید مفرح ذات پس در ہر نفسے دو نعمت موجود و بر ہر نعمتے شکر واجب۔ جب سانس نیچے جاتا ہے تو زندگی بڑھاتا ہے۔ اور جب باہر آتا ہے تو طبیعت خوش کرتا ہے۔ بس ہر سانس میں دو نعمتیں موجود ہیں اور ہر نعمت پر شکر واجب ہے اور فرمایا لئن شکرتم لازیدنکم، اگر تم میرا شکر کروگے تو میں تمہیں اور دونگا، بزرگوں نے فرمایا موجود کا شکر، مفقود کے لئے جال ہے، مطلب یہ ہے

کہ جو نعمتیں بندے کے پاس اور اس کے علم و مشاہدہ میں ہیں ان کا بجا لانا، مفقود نعمتوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔ مگر افسوس کہ ہم ان نعمتوں کو دھیان میں نہیں لاتے جو ہمیں دی گئی ہیں۔ اور جو ابھی نہیں دی گئیں ان کو دیکھتے اور سوچتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بجائے شکر کے ناشکری کا شکار ہو جاتے ہیں، شکر وہ صفت ہے کہ خود حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے متصف ہیں، چنانچہ عبید ابن عمر کی حدیث میں ہے جسکو ابی القاسم عبدالکریم قشیدی نے اپنے رسالہ قشیدیہ ص۸۴ میں نقل فرمایا، مضمون حدیث کا یہ ہے کہ عبید ابن عمر نے کہا میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسا عمل بتائیں جو بہت عجیب ہو انہوں نے فرمایا آپ کا کونسا عمل ہے جو عجیب نہیں ہے یعنی آپ کے تمام اعمال عجیب ہیں لیکن میں تمہیں آپ کا ایک عمل بتاتی ہوں آپ ایک رات میرے پاس تشریف لائے اور میرے بستر میں یا میرے لحاف میں داخل ہوتے یہاں تک کہ میرے جسم سے آپ کا جسم چھونے لگا، پھر آپ نے فرمایا چھوڑ مجھ کو اے بنت ابی بکر کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں میں نے عرض کی حضور میں نے آپ کے قرب کو چاہتی ہوں۔ لیکن میں نے آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو اجازت دیدی، پھر آپ پانی کے مشکیزے کے پاس کھڑے ہوئے اور پانی بہت بہایا اور وضو فرمایا پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے اور رونے لگے، اور آپ کے آنسو بہہ کر آپ کے سینے پر گر رہے تھے۔ پھر آپ نے رکوع کیا اور آپ روتے تھے پھر آپ نے سجدہ کیا اور آپ روتے تھے، پھر آپ نے سر اٹھایا تو آپ رو رہے تھے اسی طرح آپ صبح تک نماز پڑھتے رہے اور روتے رہے یہاں تک کہ بلال نے حاضر خدمت ہو کر فجر کی نماز سے آگاہ کیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ، قدر کیوں روتے تھے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں فرمایا افقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر اور بے شک اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں آپ نے فرمایا افلا اکون عبداً شکوراً، کیا پس میں شکر گزار بندہ نہ ہوں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گناہوں سے معصوم و مغفور ہونے کے باوجود شکر کا کتنا بڑا اہتمام فرماتے تھے، اب ہم ذیل میں رسالہ قشیدیہ سے شکر کی حقیقت رقم کرتے ہیں۔

شکر کی حقیقت

استاذ نے کہا شکر کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ عجز و نیاز سے منعم کی نعمت اور احسان کا اعتراف کرے! قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ پر اس معنی کے اعتبار شکور کے لفظ کا اطلاق حقیقت نہیں بلکہ مجاز ہے اس لئے کہ جو معنی باعتبار حقیقت کے شکر کا بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں، اللہ تعالیٰ کے شکور ہونے کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ اپنے بندے کو جو شکر کرتا ہے اس کے شکر کی جزا دیگا۔ اور کسی فعل کی جزا پر بطور مجاز کے وہی لفظ بولتے ہیں، جو فعل پر بولا گیا ہے جیسے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا میں یعنے برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے حالانکہ بدلہ برائی نہیں مگر اس کو برائی کہا گیا ہے بعض

نے فرمایا اللہ کا شکر بندے کے لئے یہ ہے کہ وہ اس کو تھوڑے عمل پر ثواب بہت عطا کرتا ہے جیسے کہ جو والبتہ تھوڑا چارہ ملنے پر بھی اپنا موٹا پا ظاہر کرے اس کو عربی زبان دابۃ شکور کہتے ہیں۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ شکر کی حقیقت یہ ہو کہ محسن کے احسان پر اس کی ثنا کی جائے۔ پس بندے کا شکر اللہ تعالیٰ کے لئے یہ ہے کہ وہ اس کے احسان کو یاد کر کے اس کی ثنا کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بندے کے لئے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا احسان یاد کر کے اس کی تعریف کرے اور بندے کا احسان اپنے رب کے لئے اس کی طاعت و عبادت مقصور ہو گی اور اللہ تعالیٰ کا احسان بندے پر یہ ہے کہ اس نے اپنے کرم سے توفیق کی نعمت سے اس کو نوازا یہاں تک کہ اس نے اپنے رب کی نعمت کا شکر ادا کیا۔ اور بندے کا شکر حقیقتہً یہ ہے کہ وہ زبان سے کہے اور میرے رب تیرا شکر ہے اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی نعمت پر قائم اور ثابت رکھ، شکر منقسم ہوتا ہے۔ زبان کے شکر کی طرف اور وہ نعمت کا عجز و نیاز سے اعتراف کرنا ہے اور بدن و ارکان کے شکر کی طرف اور وہ اللہ کی قضا اور اس کے حکم کے آگے سر کو خم کرنا اور اس کی بندی کے فرض کو بجالانا ہے اور دل کے شکر کی طرف اور وہ حفظ حرمت کی مداومت سے شہود کے بچھونے پر بیٹھنا ہے۔

ایک گروہ ہے جو عالموں کا شکر ہے وہ ان کے جملہ اقوال میں سے ایک قول ہے۔ اور ایک گروہ ہے جو عابدوں کی صفت ہے اور وہ اس کے فعلوں سے ایک فعل ہے۔ اور ایک شکر عارفوں کا ہے اور وہ اپنے عام احوال میں رب تعالیٰ کے لئے ان کی استقامت ہے۔

ابو بکر وراق نے کہا۔ نعمت کا شکر احسان کا ملاحظہ اور حرمت کی حفاظت کرنا ہے، حمدون قصار نے کہا نعمت کا شکر یہ ہے کہ اس میں اپنے نفس کی طفیلی دیکھے جنید نے کہا۔ شکر میں علت ہے اس لئے کہ بندہ اس کے ساتھ زیادتی کا طالب ہے، حالانکہ وہ اپنے رب کے سامنے اپنے نفس کی حفاظت کے عہد پر کھڑا ہے۔ ابو عثمان نے کہا۔ کہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ یہ جانے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہے۔

کہا گیا ہے کہ پورا شکر وہ ہے جو شکر پر کیا جائے اس لئے کہ شکر کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کو میسر ہونا بزرگترین نعمت ہے۔ لہذا اس پر بھی شکر کرنا چاہیئے اور یہی معنی ہر شکر میں تصور کر کے اس پر شکر کرنا لائق ہے، بے انتہا سلسلوں تک اور کہا گیا ہے شکر یہ ہے کہ نعمتوں کی اضافت اور نسبت ان کے دینے والے کی طرف اس طرح کی جائے کہ میں مسکین اور محتاج تھا۔ اس نے مہربانی فرمائی اور ان نعمتوں سے مجھے نوازا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا شکر یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو نعمت کا جو تجھکو عطا ہوئی محض اللہ کا فضل جانے تو یہ ہے نہ جانے کہ میں اس کا اہل تھا۔ اس لئے اللہ نے یہ نعمت مجھ کو عطا کی ہے رویم کا قول ہے شکر یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اللہ کی طاعت کیلئے فارغ کرے۔ کہا گیا ہے شاکر وہ ہے جو موجود نعمت پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو مفقود پر شکر کرے اور کہا جاتا ہے شاکر وہ جو عطا پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو رد پر شکر کرے اور بعض نے کہا شاکر وہ ہے جو نفع پر شکر کرے اور شکور وہ ہے جو منع پر شکر کرے کہا جاتا ہے کہ شاکر وہ جو انعام پر اور شکور وہ ہے جو بلا پر شکر کرے

آپ کو سوچنا چاہیے کہ آپ کا حال مندرجہ ذیل اقوال کے مطابق ہے

اگر ہے تو آپ ولی ہیں

۱- واسطی نے فرمایا عطا کی لذت سے پرہیز کر اس لئے کہ وہ اہل صفا کیلئے عطا یعنے پردہ ہے:

۲- اہل طریقت کے نزدیک مرید وہ ہے: جسکا اپنا کوئی ارادہ نہ ہو اور جسکا اپنا ارادہ ہو مرید نہیں یعنی مرید صادق کے تمام ارادے شیخ کامل کے ارادوں میں فانی ہوتے ہیں۔

۳- عبودیت چار خصلتوں میں منحصر ہے، عہدوں کو پورا کرنا، حدود کی حفاظت کرنا، موجود کے ساتھ راضی ہونا اور مفقود سے صبر کرنا۔

۴- ابوحفص نے فرمایا بندے کی زینت بندگی ہے جس نے بندگی ترک کی اسنے زینت کو ضائع کیا۔

۵- ابوحفص نے فرمایا جب تو لوگوں کے اجتماع میں ہو تو اپنے دل اور نفس کے لئے واعظ ہو۔ اور اس بات پر فریب نہ کھا کہ وہ تیرے لئے جمع ہو رہے ہیں۔

۶- صبر یہ ہے کہ آدمی نعمت اور محنت میں اپنے دل کے سکون و اطمینان کو ایک جیسا پائے۔

۷- سہل بن عبداللہ نے فرمایا جس شخص کو اللہ کے غیر کے ساتھ سکون حاصل ہو اس کے لئے حرام ہے کہ یقین کی بو بھی پائے:

۸- سب سے پہلے جنت کی طرف ایسے لوگوں کو بلایا جائیگا، جو ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے ہیں (حدیث)

۹- شکر یہ ہے کہ اللہ کی نعمت کے ساتھ اس کی نافرمانی نہ کی جائے: شبلی نے فرمایا شکر یہ ہے کہ نعمت کو نہ دیکھا جائے بلکہ اس کے دینے والو کو دیکھا جائے، بعض نے کہا شکر وجود کا مفقود کے لئے حال ہے، یعنی موجود کے شکر سے مفقود وہ نعمتیں میسر ہوتی ہیں۔ جو ابھی تک نہیں ملیں، ابوعثمان نے کہا عام لوگوں کا شکر کھانے اور لباس پر ہوتا ہے اور خواص کا شکر اس چیز پر ہوتا ہے۔ جو ان کے دل پر وارد ہو،

۱۰- حضرت ابراہیم بن ادہم کو ایک دعوت میں بلایا گیا، جس میں ایک آدمی جس کو بلایا گیا تھا حاضر نہ ہوا تھا، کسی نے اہل مجلس سے کہا کہ وہ اس لئے نہیں آیا کہ وہ بڑا آدمی ہو گیا ہے۔ حضرت ابراہیم ادہم نے افسوس سے کہا میں ایسی مجلس میں کیوں آیا۔ جس میں غیبت کی جا رہی ہے وہاں سے نکل گئے اور تین دن تک بھوکے رہے اور کچھ نہ کھایا۔

عبداللہ بن مبارک نے فرمایا اگر میں کسی کی

غیبت کرتا تو اپنے ماں باپ کی غیبت کرتا کہ وہ میری نیکیوں کی وہی زیادہ حقدار ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو کوئی کسی کی غیبت کرتا ہے اس کے بدلے اس کی تمام نیکیاں اس کو دیدی جاتی ہیں، جس کی اس نے غیبت کی۔

۱۱۔ کمال توحید یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس سے فانی ہو اور کسی چیز کو اپنی ذات کی طرف اسکا مالک ہونے کی حیثیت سے منسوب نہ کرے۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں اہل توحید کے ساتھ ایک عرصہ لمبا رہا وہ میری عزت کرتے تھے، ایک دن میں نے کہا، میری آزار کہاں ہے تو انہوں نے مجھے چھوڑ دیا، اور میں ان کی نظر میں بے قار ہو کر رہ گیا۔

۱۲۔ جنید سے پوچھا گیا، زہد کیا ہے، انہوں نے فرمایا، ہاتھ کو ملک سے اور دل کو کسی چیز کی تلاش سے خالی کرنا۔

۱۳۔ ابو سلیمان دارانی نے فرمایا: ایسی چیز کا ترک کرنا جو اللہ سے غافل کرے، زہد ہے۔

ھدیہ تہنیت

یہ خبر بڑی مسرت سے درج کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عمیم سے سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ حضرت مولانا الحاج حافظ پیر سید نذر حسین شاہ صاحب مدظلہ کو فرزند عطا فرمایا ہے۔ ادارہ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت و عافیت اور عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین

مبارک بادی کے سلسلہ میں بعض معتقدین نے اپنے قلبی تاثرات کو نظم میں بیان کیا ہے۔ انشاءاللہ اگر اس رسالہ میں وہ شائع نہ ہو سکیں تو آئندہ اشاعت میں ان کو ضرور شائع کیا جائے گا۔ امید ہے دیگر شعراء گرامی بھی اس سلسلہ میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔ بلکہ قطعات تاریخی لکھ کر ارسال کریں گے۔ صاحب زادہ صاحب کا نام حضرت مولانا جوہر الملت نے سید منظر حسین جو کہ تاریخی ہے تجویز فرمایا ہے
۱۳۹۲ھ

مسلمان کا مقام

از چوہدری حاجی عطا محمد صاحب لائلپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ" اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو تمام امتوں سے بہتر ہونیکا اعزاز عطا فرماتے ہوئے حکم فرماتے ہیں کہ سلے خیر امت آپکو عوام الناس کی ہدایت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تاکہ آپ بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔

دوسرے الفاظ میں امت مسلمہ دنیا میں اسلامی فوج ہے اس کا فرض ہے کہ عوام الناس میں تبلیغ دین کا کام جاری رکھے، یہ ایک اہم فریضہ ہے۔ جس کی ادائیگی میں غفلت برتی جا رہی ہے۔ اور اس کوتاہی کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ "اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ" (تم غالب ہو بشرطیکہ تم خود مومن ہو)

یہاں حقیقت ہے۔ کہ آنکہ کہ خود گم است کرا رہبری کند، مسلمان خود ہی بے عمل ہو کر رہ گئے ہیں مغربیت کی اندھی تقلید میں نہ لباس اپنا رہنے دیا۔ نہ شکل اپنی رہنے دی اور نہ عمل باقی رکھا، نتیجۃً بغض حسد اور نفاق میں غرق ہو گئے ہیں، فطرت کا تقاضا ہے کہ جو قوم اپنے اعمال تہذیب وتمدن سے بیگانہ ہو جاتی ہے، وہ دنیا میں نامراد ہو جاتی ہے، مسلمانوں کی موجودہ زندگی کا جائزہ لیا جائے تو ظاہر ہو جائیگا کہ اس وقت اس قوم سے زیادہ بدقسمت اور کون ہے، اہل اسلام اس وقت نہایت نازک دور سے گذر رہے ہیں کیونکہ یہ لوگ احکام خداوندی سے غداری برت رہے ہیں۔ تو جب یہ صورت ہو تو فضل خداوندی کے ساتھ چلنے کی توقع کیسی۔

خدا کرے کہ اس کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقہ سے ہماری قوم بیدار ہو جائے، اپنے موجودہ اعمال پر نادم ہو کر توبہ کیطرف متوجہ ہو جائے تو پھر مشاہدہ کرے کہ مولا کریم کا فضل کیسے ٹھاٹھیں مارتا ہوا ان کا ساتھ دیتا ہے اور کیسے آن کی آن میں مغلوب غالب ہوتے ہیں اور کیسے حق ظاہر ہوتا ہے اور کفر بھاگتا ہے اور سر جھکاتی ہے۔ "اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ" کہ آپ ذرا مومن ہو کر دیکھ لیں۔ مومن بننے کے لئے کوئی بڑی تیاری کی ضرورت نہیں، ہم نے جو اپنا صراط مستقیم چھوڑ کر گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہوا ہے، آج ہی عہد کریں اور توبہ کر کے اپنے اسلامی راستہ پر گامزن ہو جائیں تو نجات کو اپنے استقبال کے لئے موجود پائیں گے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اولین فرض نماز ہے اور اس سے ہم غافل ہیں اور "الفرق بین المومن والکافر الصلوٰۃ" نماز ہی مومن اور کافر میں تمیز ہے۔ نیز کفار کے لباس اور تہذیب سے نفرت پیدا کریں، بلکہ بالکل ترک کریں مساجد کو سینما وغیرہ پر عملاً ترجیح دیں اور دیگر احکام شرعی پر عمل کرائیں تو تمام دینی اور دنیوی امور میں فتح ہمارے قدم چومنے لگے گی۔

خدا کیلئے گوش ہوش کھولئے اور اپنے آپ پر رحم کیجئے اللہ تعالیٰ کا کرم اور اس کے حبیب اکرمؐ کی رحمت آپ کے شامل حال ہو۔ آمین۔

اسلام اور گلے کا پھندا (نیک ٹائی NECK TIE)

النَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ کے مصداق جہاں مغربی تہذیب نے ہمیں مغربی لباس کا دلدادہ بنایا وہاں اس لباس کی تکمیل کے آڑ میں ہمیں نیک ٹائی یعنی گلے کا پھندا بھی پہننے پر مجبور کر دیا۔

جو قومیں اپنا اصول ترک کر دیتی ہیں، اُن میں غیروں کی تقلید کرتے وقت غلط اور صحیح کو سوچنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی اور اندھا دھند پیروی شروع ہو جاتی ہے چنانچہ مغربی لباس کے فخر میں مسلمانوں نے نیک ٹائی کا استعمال باقاعدگی سے شروع کر دیا۔

یہ عیسائیوں کی سیاسی قابلیت ہے کہ جہاں انہوں نے مسلمانوں کو مذہب سے دور رکھنے کے لئے روزمرہ کے اپنے معمولات کا پرچار کیا، وہاں مذہب پر حملہ کرنے کی سنگین حرکتیں بھی زیر عمل لائیں، جس میں "نیک ٹائی" بھی ایک ہے۔

جیسا اس کے نام سے ظاہر ہے "نیک ٹائی" یعنی گلے کا پھندا دراصل عیسائی اعتقاد کے ماتحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی پر چڑھائے جانے کی یادگار ہے جسے لباس کا اہم جز بنا کر تمام نقالوں کے گلے میں پھانسی کی یادگار زیب تن کرا دی اور احساس بھی نہ ہونے دیا۔

عموماً جب کسی طبقہ کا ضمیر احساس سے عاری ہو جاتا ہے تو لوگ "نقل را عقل باید" کے بجائے "نقل را چہ عقل" کو اپنا لیتے ہیں۔

اسلامی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی چڑھایا جانا تسلیم کرنا کفر ہے، مگر ہم نیک ٹائی پہن کر اپنے عقیدہ کی تکذیب کر رہے ہیں، یعنی کفر کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

میرے ناقص خیال میں "نیک ٹائی" پہننے سے نماز ہی ادا نہیں ہوتی، اور فاسد ہو جاتی ہے۔ اور ہم ہیں کہ مغربیت کے جنون میں اس جرم سے بے خبر ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَار

ارشد حسن قادری

گذشتہ سے پیوستہ

جنابِ قادری اور فنِ تاریخ گوئی

۱۹۶۵ء

۵۔ آخری حروف چھوڑ کر شاہ دلگیر کی تاریخ وفات
سال مرگش گفتہ ام حامد کر اندر ہجر سے۔
آہ وافسوس وملال وصدمہ وغم بیحد ست"
۱+۱۴۷+۷۱ + ۱۳۴ + ۱۰۰۰
= ۱۳۵۴ھ

ایک عجیب وغریب شاخسانہ یہ نکالا گیا ہے کہ مادۂ تاریخ کے لئے واقعہ کی مناسبت سے صرف ایک لفظ ایسا تلاش کرتے ہیں جس کے حروف کے اعداد برابر لکھنے سے سنہ مطلوبہ پیدا ہو جائے جیسا کہ کسی قدیم جدت پسند تاریخ گو نے کسی باغ کی تاریخ لفظ طوبا سے یوں نکالی ہے۔

ط و بیء

۱۲۶۹ یعنی ۱۲۶۹ھ تاریخ گوئی کی کتابوں میں ایجادات کی مثال میں اس طوبا کا ذکر ضرور آتا ہے۔
اس صنعت میں قادری صاحب کی تاریخ ملاحظہ ہو۔ کسی سیلاب کی تاریخ کہی ہے۔

بہا گاؤں کا گاؤں طوفان میں لیا
کہ ممکن نہیں جس کی ہرگز تلافی
بچائیں تو اللہ والے بچائیں
وہ شیخ مجدد ہوں یا بشر حافی رح
مثال اسکی ممکن نہیں پیش کر دیں
بدایونی، قاسم، ابو الفضل، خافی رح
یہ وہ دور ہے جس کا درماں ہے مشکل
ہو اللہ کافی، ہو اللہ، شافی
مجھے اس سے عبرت دلانا ہے مقصد
نہ اظہار خوبی نظم و قوافی
زمین جیسی بستی سے خالی ہوئی ہے
یونہی غیر حق سے ہے سینہ صافی
مجھے اک نئی بات سوجھی ہے لیکن
خدا جانے اس میں نکل آئے کیا نخے
غرض میں نے تاریخ کہدی کہ بر جا

ب ہ ج ا

۱۳۵۲

جو دیکھا کہ طوفان نہ دے گا معافی
عدد جمع کرنے کی حاجت نہیں ہے
برابر برابر ہے لکھنا ہی کافی

ایک اور جدت، ناسخ لکھنوی کی سوجھی ہے فرماتے ہیں"از جناب حکیم ہشت گیر بلد۔

سہ مرتبہ نصف نصف کم کن

یعنی ۱۲۴۸ھ ہے

اس میں ترمیم کے ساتھ مولانا قادری کی تاریخ ملاحظہ فرمائیے۔!

ازلہ زمانہ ہفت گیر ید
سہ مرتبہ کم کنید دو دو

یعنی ۱۲۵۸ھ

"ایک شکل وجدید صورت یہ بھی اختیار کی جاتی ہے کہ وہ مادہ تاریخ میں سنہ واقعہ لفظوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ اور اس کے اعداد سے بھی وہی سنہ نکلتا ہے" حیدر آباد کے مشہور بزرگ مولانا محمد حسین علی شاہ کی لوح مزار کا قطعہ جو ظاہر نائیطی کی تخلیق ہے۔ اس کی مثال ہے۔

چوں عاشق ذات قل ہو اللہ احد
شد واصل رب لم یلد ولم یولد
ایں صوری و معنوئیست تاریخ وصال
ہشتاد و چہار ویک ہزار دو صد

۱۲۸۴ھ

جناب قادری کی اس صنعت کی تاریخیں ملاحظہ ہوں،

۱۔ بگو حامد" ہزار و نہ صد و دو سال بگزشتہ"
۱۹۰۲ء

۲۔ ہے تاریخ الفاظ و اعداد میں
کہ" سن آج تیرہ سو بتیس ہیں"
۱۳۳۲ھ

۳۔ تیرہ سو اٹھارہ ہوئے آج
۱۳۱۸ھ

اس صنعت میں قادری صاحب نے یہ جدت کی ہے کہ مادہ تاریخ کے الفاظ میں سنہ ہجری بتاتے ہیں اور ان کے اعداد سے سنہ عیسوی نکالتے ہیں۔ تاکہ واقعہ کے دونوں سنہ ساتھ ساتھ دریافت ہوسکیں،

صدی بیسویں تھی کہ قہر الہی
جو آنے ہی کی اس نے برپا قیامت
ابھی سال پہلا ہی تھا اس صدی کا
مشاہیر عالم ہوئے کتنے رخصت
وہ وکٹوریہ، ملکہ برطانیہ کی!
وہ کابل کا والی وہ فخر جلادت

(امیر عبدالرحمن خاں)

وہ رستم کہ ہے جس کی رستم غلامی
(رستم ہند غلام پہلوان)
وہ عبدالمجید آفتاب صداقت
(حکیم عبدالمجید خاں دہلوی حاذق الملک)
جو پوچھے کوئی سال ان حادثوں کا
تو کہہ دو کہ "تیرہ سو اٹھارہ ہجرت"

۱۹۰۱ء

ہے لفظوں میں ہجری عدد عیسوی کے
نئی ہے یہ تاریخ گوئی کی لعنت

اسی نئی صنعت کی ایک اور تاریخ ملاحظہ فرمائیے،

تاریخ نمائش صوبہ آگرہ ۱۹۴۱ء

ایام نیک انعقاد، ماہ جون انیس سو اکتالیس و
ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ

بعض اوقات تاریخ تعمیہ و تخرجہ کی مدد سے نکالی جاتی ہے، کبھی مادے میں چند اعداد کی کمی یا بیشی رہ جاتی ہے اور مادہ کی خوبی کے سبب سے اس کو چھوڑا نہیں جا سکتا اس لئے اس میں الگ سے کچھ بڑھا گھٹا کر لوبا

کردیتے ہیں۔ اور اس جگہ دفرق کی طرف اشارہ کردیتے ہیں۔ مثلاً اکبر بادشاہ کی تاریخ وفات مشہور ہے،

"الف کشیدہ ملائک ز فوت اکبر شاہ"

۱۰۱۵
۱
۱۰۱۴ھ

حکیم مومن خان دہلوی نے کسی کی شادی کی تاریخ کہی ہے سما پر باہم زہرہ و مشتری اور اسی صفت

۱۰۱ ۱۱۶ ۹۵۰ = ۱۲۰۸ھ

میں انہوں نے اپنی لڑکی کی تاریخ ولادت نکالی ہے نال کٹنے کے ساتھ ہاتف نے کہی تاریخ دختر مومن

۱۸
۱۳۴۰
-۱۸
۱۲۵۹ھ

قادری صاحب نے بھی تعمیہ وتخرجہ سے کام لیا ہے اور انہیں بھی انفرادیت نمایاں ہے مثلاً

میاں سر فضل حسین کی تاریخ وفات

ذکر تھا تاریخ کا یہ ایک نے بڑھ کر کہا
آہ اک ماتم ہے ملک و قوم کا انکی وفات

× ۱ = ۱۳۵۵ھ

اپنی شادی کی تاریخ

نکاح ہوتا اگر اور ایک سال کے بعد
تھی نام زوجہ سے تاریخ سائرہ خاتون

-۱ = ۱۳۳۳ھ

علامہ راشد الخیری کی تاریخ انتقال

اگر وہ اور بھی دو سال جی گئے ہوتے
تو ہوتی نام سے تاریخ راشد الخیری

۲۰ = ۱۳۵۴ھ

ایک اور تخرجہ سے:-

کشیدم آہ و گفتم سال وعلت
نسیم خلد جاں افزائے تو باد

-۶۰ = ۱۳۵۴ھ

تاریخ مرگ سے بھی نکلتی ہے آہ آہ
شاہد کے جسم پر یہ کفن وا مصیبتا،

-۱۲ = ۱۳۴۸ھ

اس کے علاوہ لفظوں کے باہم جمع وتفریق سے بھی کام لیا ہے۔ مثلاً

شد در جوار رحمت   داخل نصیر عالم

۸۵۸ × ۴۹۱ =
۱۳۴۹ھ

منزل جنت میں داخل راشد الخیری ہوئے

۵۸۰ × ۱۳۵۶ھ
۱۹۳۶ء

بعض تاریخیں پورے شعر سے نکالی ہیں یہ سب ایسی ہیں جن میں کسی مشہور مصرع سے تاریخ نکالنا کے لئے اپنا مصرع بڑھا دیا ہے اور دونوں مصرعوں میں تاریخ پوری کردی ہے۔

۱۔ نہ کافی بود آیا ایں کہ ناگاہ ۳۵۸
ز فتنہ فتنۂ دیگر برآمد ۱۵۵۸
۱۹۱۶ء

۲۔ حامد ہے یوں اسے بھی شاکر
۶۷۵
مرتضی مولی از ہمہ اولی
۱۲۷۱ھ

۱۹۱۶ء ——

۳۔ ترک حقہ کا سوچ کیا فی الحال

۱۰۱۴

کچھ بڑی ایسی کائنات نہیں

۹۱۸

۱۹۳۲ء ——

ناسخ کے ایک شعر سے ایک نمائش کی تاریخ نکالی ہے۔

زندگی زندہ دلی کا نام ہے

۳۲۸

مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

۱۶۱۳

۱۹۴۱ء ——

مولانا قادری نے بعض مادہ تاریخ میں سنہ فصلی، ہجری عیسوی اور بکرمی ایک ساتھ نکالے ہیں۔ مثال کے طور پر:۔

حضرت احسن نقاد و حکیم دو عالم
ہو گئے منزلت افزائے خلد و جنت
بکرمی، عیسوی و ہجری و فصلی ہیں سال
پاک دل قدوۂ سادات وہ فخر مکمن

فصلی	۱۳۴۸ + ۱۱
ہجری	۱۳۵۹ + ۵۸۱
عیسوی	۱۹۴۰ + ۵۷
بکرمی	۱۹۹۷

۴۔ چودھری سردار عالم کی تاریخ وصال:۔

پاک دل زبدہ زماں سردار

۵۸۱ ۵۷

ہو بہشت نعیم میں شامل

۱۱ ۱۳۴۸ ف
۱۱
۱۳۵۹ ھ
۵۸۱
۱۹۴۰ ء
۵۷
۱۹۹۷ ب

۳۔ اپنی کتاب "مجمع الکرامات" کے لئے تاریخ نکالی

اہل عرفاں اور نور ذات کی باتیں ہیں یہ جس نے پایا اہل عرفاں ہی سے پایا نور ذات بکرمی و عیسوی ہجری و فصلی چار سال یوں لکھو، پیہم توسل ہی سے آیا نور ذات

فصلی	۱۳۵۷ + ۱۲
ہجری	۱۳۶۹ + ۵۸۱
عیسوی	۱۹۵۰ + ۵۷
بکرمی	۲۰۰۷

ایک مصرع تاریخ میں دو یا تین سنہ تو بیشتر تاریخوں میں نکالے ہیں، اپنی کتاب مجمع الکرامات کے سرورق پر تاریخیں نکالی ہیں جن چند الفاظ سے ملکر فصلی اور چند الفاظ کا اضافہ کرنے سے ہجری اور مزید الفاظ شامل کرنے سے عیسوی اور تمام الفاظ جمع کرنے سے بکرمی سنہ نکلتے ہیں اور سرورق کی عبارت ہر تاریخ میں باربط رہتی ہے۔

(باقی باقی)

مولنا حافظ نواب الدین صاحب علی پوری

سماع وغنا و آلات لہو ولعب

(گذشتہ سے پیوستہ)

مجاہد نے آئینہ و الذین لایشھدون الزور کی تفسیر لایحضرون الغنا کے ساتھ کی ہے: یعنے وہ گانا سننے کے لئے حاضر نہیں ہوتے امام الہدیٰ ابی منصور ماتریدی سے منقول ہے۔ جس نے مقری (پڑھنے والے) کو ہمارے زمانہ میں احسنت کہا یعنے تونے اچھا پڑھا ہے وہ کافر ہوا اور اس کی عورت اس سے بائنہ ہوتی! اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تمام نیکیاں ضائع کیں۔ ابی نصیر دبوسی سے روایت ہے۔ وہ قاضی ظہیر الدین خوازمی سے نقل کرتے ہیں۔ جس نے مغنی یا اس کے غیر سے گانا سنا یا کوئی فعل حرام دیکھا۔ اور اس کو اعتقاد سے یا بغیر اعتقاد کے اچھا جانا۔ وہ اسی وقت مرتد ہو گیا اس لئے کہ اس نے شریعت کے حکم کو باطل کیا۔ اور جس نے شریعت کے کسی حکم کو باطل کیا وہ کسی مجتہد کے نزدیک مومن نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی طاعت کو قبول نہیں کرتا اور اس کی تمام نیکیاں برباد کر دیتا ہے۔ (ہم سب مسلمانوں کو اس سے اللہ اپنی پناہ میں رکھے) حرمت غنا میں آیات واحادیث اس حد تک ہیں کہ ان کا احصا اور شمارہ کرنا نہایت دشوار ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی سرود کے جواز میں آئینہ شاذہ یا حدیث منسوخ پیش کرے تو وہ ناقابلِ اعتبار ہے۔ کسی زمانہ میں بھی کسی فقیہ یا مفتی نے اس کی اباحت کا فتویٰ صادر نہیں کیا۔ اور رقص اور پاکوبی کو جائز نہیں رکھا۔ امام ہمام ضیاء الدین شامی کے ملتقط میں مذکور ہے کہ حل وحرمت میں صوفیا کا عمل معتبر نہیں! کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم ان صوفیوں کو ان کے عمل میں معذور جانتے ہوئے ان کو ملامت نہیں کرتے اور ان کے حال جو بظاہر شرع کے خلاف ہے اللہ کے حوالہ کرتے ہیں۔ شریعت کے امور میں صوفیوں کا قول و عمل درکار نہیں۔ بلکہ ابو حنیفہ ابو یوسف ومحمد کے قول کا اعتبار ہے۔ ابوبکر وشبلی وابوالحسن نوری کا عمل سند نہیں اس زمانہ کے صوفیان نام نے۔ اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ بنا کر سرود ورقص کو اپنا دین وملت بنا لیا ہے اور اس کو طاعت وعبادت سمجھتے ہیں۔ اولٰئک الذین اتخذ و دینھم لھواً ولعبًا۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے دین کو کھیل اور تماشہ بنا لیا ہے۔ سابقہ روایات سے ثابت ہوا کہ جو کوئی فعل حرام کو اچھا جانتا ہے۔ وہ اہل اسلام کے زمرہ سے خارج اور مرتد ہو جاتا ہے۔ پس غور کرنا چاہیئے کہ سماع ورقص کی مجلس کی تعظیم بلکہ اس کو طاعت وعبادت جاننا کسقدر بری چیز ہے۔ الحمد للہ کہ ہمارے پیر اس امر کے ساتھ مبتلا نہیں ہوئے۔ انتہی، اس جگہ ہم نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوب نمبر ۲۶۶ کا ترجمہ نقل کیا ہے، اصل عبارت بخوف طوالت نقل نہیں کی گئی۔

یہ فتویٰ اور فیصلہ مجدد الف ثانی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کا سماع و غناء و رقص و مزامیر و معازف کی حرمت کے متعلق ہے۔ جو کہ نقشبندیوں بلکہ چشتیوں قادریوں سہروردیوں کے بھی سالارِ اعظم اور صوفیا و اولیا و فضلا کے بادشاہ اور دینِ اکبری کے باطل کرنے والے اور صدہا بدعاتِ شنیعہ کے مٹانے والے اور سنت کے زندہ کرنے والے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقے کے چیف جج اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں، کیا کہوں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام اور تابعین و مجتہدین اسلام اور سلف صالحین اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد شمس و قمر اور ارض و سما کی آنکھ نے ایسا بزرگ کم دیکھا ہوگا

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کو ہر چہار سلسلہ میں ارشاد و تلقین کی اجازت تھی۔ آپ کی ذاتِ گرامی وہ تھی جس کی زبان پر حق جاری تھا۔ جن کے اقوال و افعال اتباع رسول پر مبنی تھے، یہ فتویٰ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہ صرف نقشبندیوں کے لئے حجت تام ہے۔ بلکہ جملہ اہل اسلام کے لئے قابلِ تسلیم ہے۔ خواہ چشتی ہوں یا قادری یا سہروردی، سلسلہ قادریہ کے ایک بہت بڑے فاضل اور عالم دین۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب نے اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے کہ خالی قوالی یعنی بیان توحید، نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قصائد بزرگان دین خواہ منظوم ہوں خواہ منثور بلا مزامیر و معازف جائز بلکہ واجب ہیں جن کا بیان کرنا اور سننا مجالس منعقد کر کے خواہ تنہا فرداً فرداً اور اجتماعاً اور سننا فرض ہے۔ اور جہاں مزامیر اور معازف ہوں۔ وہاں جانا اور سننا سنانا اور نفس دینا ممنوع ہے۔ ایسی مجلس منعقد کرنے والوں پر نکال و وبال ہوگا۔ اور سننے والے بھی اس وزر و وبال و نکال میں شریک ہوں گے، سفینۃ الاولیاء میں ہے یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرضداشت کہ دریں روز ہا بعضے از درویشاں آستانہ دار در مجمعے کہ چنگ و رباب و مزامیر بود رقص کردند فرمود نیکو نکردہ اند آنچہ نامشروع است ناپسندیدہ است بعد ازاں یکے گفت چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیروں آمدند بایشاں گفتند کہ شما چہ کردید دراں جمع مزامیر بود سماع چگونہ شنیدید و رقص کردید ایشاں جواب دادند کہ ما چناں مستغرق سماع بودیم کہ ندانستیم کہ ایں جا مزامیر است یا نہ حضرت سلطان المشائخ فرمود ایں جواب ہم چیزے نیست ایں سخن در ہمہ معصیتہا بیاید:

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات درمیان نباشد و دریں باب بسیار غلو کرد تا بحدیکہ گفت اگر امام در سہو افتد مرد بہ تسبیح اعلام کند و زن سبحان اللہ نگوید زیرا کہ نشاید آواز آں شنودن پس پشت دستِ بر کفِ دستِ زند و کف دست بر کف دست نزند کہ آں بلہو میماند تا ایں عنایت از ملاہی و امثال آں پرہیز آمدہ است پس سماع بطریق اولیٰ کہ ازیں بابت باشد یعنی در منع دستک چندیں احتیاط آمدہ است پس در سماع مزامیر بطریق اولیٰ منع است۔)

مسلمانو! جو آئمہ طریقت خواہ نقشبندی ہوں، خواہ قادری، چشتی ہوں یا سہروردی اس درجہ احتیاط فرمائیں کہ اگر امام کو سہو ہو جائے تو اس کے اعلام کے لئے تالی بجانے کو ممنوع فرمائیں۔ ان پر معاذ اللہ یہ تہمت رکھی جائے کہ وہ با مزامیر و معازف قوالی سنا کرتے تھے، افسوس

صد افسوس ان مریدوں پر جو اپنے پیر کی طرف کوئی نامشروع بات اپنی طرف سے گھڑ کر اپنے باطل مذہب کو رواج دینے کے لئے منسوب کرتے ہیں۔ اب اوپر کی فارسی عبارت کا ترجمہ ذیل میں لکھتے ہیں، تاکہ ہر ایک مسلمان کو حضرت سلطان المشائخ کا فیصلہ جو انہوں نے قوالی نا مشروع کے لئے صادر فرمایا ہے معلوم ہو جائے آپ نے فرمایا۔

حضرت سلطان المشائخ کی خدمت بابرکت میں عرض کی گئی حضور! ان دنوں آستانہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے بعض درویشوں نے ایک مجلس میں جس میں چنگ و رباب اور مزامیر تھے رقص کیا ہے۔ آپ نے فرمایا انہوں نے اچھا نہیں کیا اس لئے کہ جو چیز شریعت میں جائز نہیں وہ پسند نہیں کی گئی۔ اس کے بعد ایک شخص نے ان درویشوں کو جب کہ وہ اس مجلس سے باہر آئے کہا تم نے یہ کیا کیا جس مجلس میں مزامیر تھے تم نے سماع کیوں سنا اور رقص کیوں کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم سماع میں مستغرق تھے ہم کو خبر نہ ہوئی کہ یہاں مزامیر ہیں یا نہیں، حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا یہ جواب کچھ نہیں ہے یہ بات تو ہر گناہ کے بارے میں کہی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا میں نے محرمات اور مزامیر کے درمیان میں ہونے سے منع کیا ہے اور آپ نے اس بات پر اس حد تک زور دیا کہ فرمایا اگر امام کو سہو ہو جائے تو مرد تسبیح کے ساتھ اس کو آگاہ کرے اور عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اعلام کے لئے سبحان اللہ کہے اس لئے کہ اس کی آواز سننا لائق نہیں۔ اگر اس کو اعلام کرنا پڑے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دائیں ہاتھ کی پشت کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارے۔ اور ایک ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر نہ مارے اس لئے کہ یہ لہو ہے یعنی تالی بجانا ہے جو کہ نامشروع ہے، غور کرنا چاہیئے۔ کہ اس حد تک ملاہی اور اس کے امثال سے شریعت میں پرہیز آیا ہے، پس سماع سے پرہیز بطریق اولیٰ ہوگا یعنے تالی بجانا جب ممنوع آیا ہے۔ پس سماع بامزامیر بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بگویم سماع اے برادر کہ چیست
مگر مستمع را بدانم کہ کیست
گراں برج معنی بود طیر او
فرشتہ فرو ماند از سیر او
دگر مرد لہو است و بازی و لاغ
قوی تر شود لہوش اندر دماغ

ان اشعار میں سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کیلئے اہل و نااہل لوگوں کا فرق بیان کیا ہے۔ ترجمہ ان اشعار کا یہ ہے کہ اے بھائی اس سے پہلے کہ تمہیں یہ بتاؤں کہ سماع کیا ہے؟ تجھے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا سننا کس کے لئے لائق ہے۔ سماع کا سننا اس کے لئے لائق ہے کہ معنی اور حقیقت کی بلندیوں پر اگر اس کی پرواز ہو تو فرشتہ بھی اس کی پرواز کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ جائے اور اگر وہ شخص سماع کھیل اور تماشا اور نفسانی ہیجان اور شہوت پرستی کی بھوک کو مٹانے کے لئے سنتا ہے تو وہ اسکے لائق نہیں اس لئے کہ اس کے دماغ میں اسکا لہو و پن پہلے سے بھی زیادہ قوی اور مضبوط ہو جائیگا، الحاصل مروجہ سماع ناجائز و ممنوع ہے اس میں تمام محرمات اور قبائح ملے ہوتے ہیں، جن سے اکابر چشتیہ نے سماع کے خلو کو شرط گردانا ہے، جہاں سماع ہو وہاں عوام کو حاضر ہونے کی اجازت نہیں، وہاں صرف وہی حضرات ہوں جو اس کے اہل اور صاحب حال ہیں اور نہ ہی وہاں کوئی ایسا ہنگامہ ہو جو ایسے کو اپنی طرف مشغول کرے۔

(باقی باقی)

ترجمہ غلام رسول گوہر

الہدیۃ البہیہ ترجمہ مجالس السنیہ

دسویں مجلس دسویں حدیث میں

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللہ تعالیٰ طیبٌ لایقبل الّا طیبا وان اللہ تعالیٰ امر المومنین بما امر المرسلین فقال تعالیٰ یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً وقال تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم ثم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدہ الی السماء فیقول یارب یارب ومطعمہ حرام ومشربہ حرام وملبسہ حرام وغُذّی بالحرام فانّی یُستجاب لذالک (رواہ مسلم)

ترجمہ: ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ نہیں قبول کرتا مگر پاک کو اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے جس چیز کا اس نے پیغمبروں کو حکم دیا پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے پیغمبرو! کھاؤ تم پاک چیزوں سے اور کام کرو اچھے: اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو! کھاؤ تم پاک چیزوں سے جو ہم نے تمکو رزق دیا، پھر آپ نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو لمبا کرتا ہے سفر کو (یعنے اکثر اور ہمیشہ سفر میں رہتا ہے) اس کے سر کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں، وہ لمبا کرتا ہے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اور کہتا ہے یا رب یا رب، حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا پینا حرام اور اسکا لباس حرام ہے اور اس کو غذا دی گئی ہے، ساتھ حرام کے پس اس کی دعا کس طرح قبول ہو، روایت کیا اس کو مسلم نے،

حدیث کے بعض الفاظ کی تشریح

جانو اے میرے بھائیوں اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں اپنی طاعت اور نیکی کی توفیق دے۔ یہ حدیث بھی ان حدیثوں سے ہے جن پر اسلام کے اصول و قواعد کی بنا رکھی گئی ہے اور اس میں بہت فوائد ہیں۔ جنکا ہم ذکر کریں گے قولہٗ (اللہ طیبٌ) یعنی اللہ تعالیٰ تمام عیبوں اور نقصوں سے منزہ و مبرہ اور پاک ہے، طیب کا معنی قدوس بھی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ طیب کے معنی عمدۃ ثنا کے ہیں۔

اگر یہ معنیٰ صحیح ہوں تو طیب، جمیل کی مانند اسماء حسنیٰ سے ہے جو صفت سے بنایا گیا ہے، قولہٗ لایقبل الّا طیبا: وہ قبول نہیں کرتا مگر پاک کو: اصل میں طیب وہ چیز ہے جس سے لذت اٹھائی جائے: فانکحوا ما طاب لکم من النساء: (تم ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں خوش لگیں) اسی معنیٰ میں ہے اور اس کا اطلاق طاہر یعنی پاک چیز پر آیا ہے: صعیدًا طیبًا: اسی معنی میں ہے، یعنے پاک: اللہ تعالیٰ کے طیب ہونے کے بھی یہی معنیٰ ہیں۔ کہ وہ پاک ہے، ہر عیب اور نقص سے

ترجمہ علام رسول گوہر

الهدیۃ البہیہ ترجمہ مجالس السنیہ

دسویں مجلس دسویں حدیث میں

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه ان الله تعالیٰ طیبٌ لایقبل الا طیبا وان الله تعالیٰ امر المومنین بما امر المرسلین فقال تعالیٰ یا ایها الرسل کلو من الطیبات واعملوا صالحاً وقال تعالیٰ یا ایها الذین امنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم ثم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدہ الی السماء فیقول یا رب یا رب ومطعمہ حرام ومشربہ حرام وملبسہ حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذالك (رواہ مسلم)

ترجمہ : ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے : کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ نہیں قبول کرتا مگر پاک کو اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے جس چیز کا اس نے پیغمبروں کو حکم دیا پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے پیغمبرو ! کھاؤ تم پاک چیزوں سے اور کام کرو اچھے ؛ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو ! کھاؤ تم پاک چیزوں سے جو ہم نے تمکو رزق دیا، پھر آپ نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو لمبا کرتا ہے سفر کو (یعنے اکثر اور ہمیشہ سفر میں رہتا ہے) اس کے سر کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں ، وہ لمبا کرتا ہے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اور کہتا ہے یا رب یا رب ، حالانکہ اس کا کھانا حرام اور اس کا پینا حرام اور اسکا لباس حرام ہے اور اس کو غذا دی گئی ہے ، ساتھ حرام کے پس اس کی دعا کس طرح قبول ہو ، روایت کیا اس کو مسلم نے ،

حدیث کے بعض الفاظ کی تشریح

جانو اے میرے بھائیو اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں اپنی طاعت اور نیکی کی توفیق دے ۔ یہ حدیث بھی ان حدیثوں سے ہے جن پر اسلام کے اصول و قواعد کی بنا رکھی گئی ہے اور اس میں بہت فوائد ہیں ۔ جنکا ہم ذکر کریں گے قولہٗ (ان الله طیبٌ) ، یعنی اللہ تعالیٰ تمام عیبوں اور نقصوں سے منزہ و مبرہ اور پاک ہے ، طیب کا معنی قدوس بھی ہے ۔ اور کہا گیا ہے کہ طیب کے معنی عمدہ ثنا کے ہیں۔

اگر یہ معنیٰ صحیح ہوں تو طیب ، جمیل کی مانند اسماء حسنیٰ سے ہے جو صفت سے بنایا گیا ہے ، قولہٗ لایقبل الا طیبا : وہ قبول نہیں کرتا مگر پاک کو : اصل میں طیب وہ چیز ہے جس سے لذت اٹھائی جائے : فانکحوا ما طاب لکم من النساء : (تم ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں خوش لگیں) اسی معنیٰ میں ہے اور اس کا اطلاق طاہر یعنی پاک چیز پر آیا ہے : صعیداً طیبا : اسی معنی میں ہے ، یعنے پاک : اللہ تعالیٰ کے طیب ہونے کے بھی یہی معنیٰ ہیں ۔ کہ وہ پاک ہے ، ہر عیب اور نقص سے

جیساکہ اوپر ترجمہ میں گذرا، وہ قبول نہیں کرتا مگر انہیں کاموں کو جو ریا اور عجب وغیرہ خرابیوں سے پاک ہوں؛ اور انہیں مالوں کو جو حرام کی آمیزش سے پاک اور خالی ہوں۔ اس لئے کہ طیب سے مراد صرف وہ چیز نہیں جو انسانی ذوق میں اچھی ہے بلکہ اس سے مراد وہ چیز ہے۔ جو شریعت کی نگاہ میں بھی پاک ہے اور جو چیز ذوق اور لذت کے اعتبار سے اچھی ہے۔ مگر شریعت نے اس کو حلال نہیں کہا تو وہ مباح نہیں ہے بلکہ حرام ہے، اور جو حرام کا ارتکاب کرتا ہے اس کے لئے وہ چیز وبال اور دردناک عذاب کا باعث ہوگی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو گوشت حرام سے پیدا ہوا۔ وہ آگ کے زیادہ لائق ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے نیک کام کیا اور اس میں اس نے میرے غیر کو شریک کیا؛ تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ردی مال کے ساتھ صدقہ کرنا مکروہ ہے جیسے کسی نے کھوٹے درہم کے ساتھ یا کرم خوردہ دانوں کے ساتھ صدقہ کیا اس لئے کہ یہ مال طیب نہیں: قولہ ان اللہ تعالیٰ: بیشک اللہ تعالیٰ اونچی شان والا ہے اس لئے کہ سوائے حرام چیزوں کے جو کچھ زمین میں ہے اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمایا اور مباح کیا۔ امر المومنین: اس نے ایمانداروں کو حکم دیا بما امر المرسلین اسی چیز کا جس کا اس نے پیغمبروں کو دیا، لیکن سوائے ان چیزوں کے جو پیغمبروں کی ذات کے ساتھ دلیل کے ساتھ مخصوص ہیں تمام احکام و فرائض میں بندوں اور پیغمبروں کو ندا کے ساتھ مساوی خطاب کیا ہے۔

مثلاً: یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا: پیغمبروں کو خطاب ہوا کہ تم پاک چیزوں کو کھاؤ اور اچھے کام کرو۔ اور ایمانداروں کو حکم ہو دیا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنکم: اے ایماندارو تم کھاؤ جو ہم نے تمکو پاک رزق دیا ہے۔ واشکروا اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون: اور تم اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ اس میں بھی عام بندوں اور پیغمبروں کو عام حکم ہے: کسی کی اس امر میں تخصیص نہیں، اور شکر کا حکم اس لئے فرمایا کہ عبادت کی تکمیل اس کے شکر ہی سے ہوتی ہے اسی لئے فرمایا کہ اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو، تو اس کا شکر کرو۔ تاکہ عبادت کا مقتضا پورا ہو اور اس کی اس کے مدارج میں تکمیل ہو۔ جاننا چاہیئے کہ یا ایھا الرسل کے ساتھ تمام پیغمبروں کو ایک وقت میں ایک بار خطاب نہیں ہوا اس لئے کہ پیغمبروں کا زمانہ ایک نہیں؛ وہ جدا جدا زمانوں میں عالم دنیا میں تشریف لائے یہ خطاب فرداً فرداً ہر رسول کو ہوا ہے: اگر کہا جائے کہ رسل تو جمع ہے اس کے ساتھ ہر رسول کو جو واحد ہے، فرداً فرداً کیسے خطاب ہو سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر رسول کو اس کی تعظیم کی جہت سے جمع کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے۔ اور یہ کلام عرب میں جائز ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ طیبات کی اباحت کا مسئلہ نہ صرف ہماری شریعت کا مسئلہ ہے، بلکہ یہ مسئلہ تمام رسولوں کی شرائع کا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے طیبات کے کھانے کا اور ان کے استعمال کا حکم پیغمبروں اور ان کے ماننے والوں کو دیا ہے تو طیبات یعنی پاک اور لذت والی نافع چیزوں کو ترک کرنا اور نفرت اختیار کرنی منع ہے، جاننا چاہیئے افضل کھانا وہ ہے جو زراعت سے کمایا گیا ہو اس لئے

(باقی صفحہ ... پر)

اسمائے حسنیٰ کی شرح

مترجم: غلام رسول گوہر ایڈیٹر انوار الصوفیہ

ذیل میں ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد سے منتقلاً حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب المقصد الاسنیٰ شرح اسماء الحسنیٰ کا اردو ترجمہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں ہم نے یہ ترجمہ جہاں سے انہوں نے اسماء حسنیٰ کی شرح لکھنی شروع کی ہے وہاں سے شروع کیا ہے اس سے قبل جو کئی مفید اور دقیق عارفانہ بحثیں کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں، فی الحال ان کو ترک کر دیا ہے اگر ضرورت ہوئی تو اس سے فارغ ہو کر اس کا ترجمہ بھی لکھا جائیگا اس سے نہ صرف ایمان تابندہ ہوگا بلکہ یہ کتاب قارئین رسالہ کے علم و عرفان میں ایک انوکھا اضافہ کریگی اور اس کے پڑھنے سے رہروان صحرائے تصوف و سلوک کیلئے رہنمائے کامل کا کام دیگی۔ امید ہے قارئین اس سے مسرور ہوئیں گے اور اپنی رائے سے مطلع فرمائیں گے۔

یہ اس ذات برتر کا نام ہے جو تمام صفات الٰہیہ کی مستحق اور ربوبیت کی تمام تعریفوں کے ساتھ تعریف کی گئی ہے۔ اور وجود حقیقی کے ساتھ منفرد اور یگانہ ہے اس لئے کہ اس کے سوا جو بھی موجود ہے وہ بذاتہٖ وجود کا حقدار نہیں اور جو وجود اس سے مستفاد ہوتا ہے وہ بذاتہٖ ہالک ہے اس جہت سے وہ وجود ہالک ہے سوائے اللہ کی ذات کے کہ وہ موجود باقی ہے ہالک نہیں۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اسم اللہ اس معنیٰ پر جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ دلالت کرنے میں اعلام کے قائم مقام ہے اور اس کے اشتقاق و تعریف میں جو ذکر کیا گیا ہے وہ محض تکلف ہے۔

فائدہ جاننا چاہیے کہ اللہ تمام اسماء حسنیٰ سے جو تعداد میں ننانوے ہیں، اسم اعظم ہے، اس لئے کہ یہ اس ذات پر دلالت کرتا ہے جو تمام صفات الٰہیہ کی جامع ہے یہاں تک کہ کوئی صفت صفات الٰہیہ میں سے ایسی نہیں جس پر اللہ دلالت نہ کرے اس کے سوا باقی اسماء کے احاد دلالت نہیں کرتے مگر احاد معانی پر علم سے یا قدرۃ سے یا فعل سے یا اس کے بغیر سے اور اللہ اس اعتبار سے بھی اسم اعظم ہے کہ یہ تمام اسماء سے اخص ہے کہ سوائے ذات باری کے کسی اور پر اس کا اطلاق صحیح نہیں نہ حقیقتاً نہ مجازاً بخلاف باقی اسماء کے کہ کبھی ان کے ساتھ اللہ کا غیر بھی نام رکھا جاتا ہے: بمانند قادر اور علیم اور رحیم وغیرہ کے پس ان وجہوں کی بنا پر بہت لائق ہے کہ اس کو اسم اعظم کہا جائے:

دقیقہ یعنی نکتہ تمام اسماء کے معانی سے بندے کا متصف ہونا مقصود اور

ممکن ہے۔ یہانتک کہ اس پر اس اسم کا اطلاق بھی درست ہے جس کے معنی سے وہ متصف ہو۔ اما نند رحیم اور علیم اور حلیم اور صبور اور شکور وغیرہ کے اگرچہ بندے پر ان اسماء کا اطلاق اس وجہ کے مباین و مغایر ہے جس وجہ سے ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے۔ لیکن اسم اللہ کا معنی ذاتِ رب تعالیٰ سے ہی مخصوص ہے اس میں کسی کی مشارکت نہیں ہے نہ مجازاً نہ حقیقتہً۔ اس خصوصیت کی وجہ سے تمام اسماء کی صفت یوں کی جاتی ہے کہ وہ اللہ کے اسماء ہیں۔ یعنی ان کی پہچان اللہ کی اضافت اور نسبت سے ہوتی ہے۔ پس کہا جاتا ہے: الصبور اور الشکور اور الجبار اور الملک اللہ کے ناموں سے ہیں: اور نہیں کہا جاتا کہ اللہ: الصبور اور الشکور کے ناموں سے ہے اس لئے کہ وہ (اللہ) اس وجہ سے کہ الٰہیتہ کے معانی اور اس کے صفات کی کنہہ اور اصل پر دلالت کرتا ہے اور ان کے ساتھ خاص ہے زیادہ مشہور اور زیادہ ظاہر ہے: پس وہ اس کا محتاج نہیں کہ اس کی تعریف اس کے غیر سے کرائی جائے: بلکہ اس کا غیر اسماء سے اس کی طرف اضافت کرنے سے پہچانا جاتا ہے۔

تنبیہہ لائق یہ ہے کہ بندے کا حصہ اس اسم سے یہ ہو کہ وہ اللہ میں اپنے دل اور ہمت سے ایسا مستغرق ہو کہ نہ وہ اس کے غیر کو دیکھے اور نہ اس کے غیر کی طرف اسکا التفات ہو: اور امید و اور خوف نہ رکھے مگر اسی سے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اس اسم سے یہ سمجھا گیا ہے کہ موجود حقیقی وہی ہے اور اس کے ماسوا جو کچھ بھی ہے وہ فانی اور ہالک اور باطل ہے۔ پس بندہ اس حقیقت کے پیش نظر اور چیزوں سے قبل اپنے نفس کو ہالک اور باطل دیکھے گا، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا، کہ آپ نے فرمایا: عرب کے شعروں میں سے بہت سچا قول لبید کا ہے،

ع الا کل شیئی ما خلا اللہ باطل،

جملہ بیماریوں کی ایک دوا

روایت ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے ایک دوا بتائی جس کے ہوتے ہوئے میں کسی اور دوا کا محتاج نہ ہوں اور نہ ہی کسی طبیب کی طرف رجوع کرنا پڑے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ وہ دوا کیا ہے۔ آپ ہمیں بھی اس سے آگاہ فرمائیں آپ نے فرمایا بارش کا پانی لیکر اس پر سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص اور سورۃ فلق اور سورۃ ناس اور آیۃ الکرسی ستر ستر بار پڑھیں: اور پھر وہ پانی صبح و شام سات دن تک پئیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا، کہا مجھ کو جبرئیل علیہ السلام نے جو کوئی پئے گا اس پانی کو دور کریگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے جسم سے ہر بیماری کو اور بچائیگا اس کو ہر زحمت اور دکھ سے اور جو کوئی پلائے یہ پانی اپنی بیوی کو اور پھر شب باش ہو اس کے ساتھ تو حاملہ ہوگی اس کی بیوی اللہ کے حکم سے اور شفا دیتا ہے یہ پانی آنکھوں کو اور دور کرتا ہے بیداری کو اور کاٹتا ہے بلغم کو اور دور کرتا ہے سینہ کے درد کو اور بدہضمی کو اور پیاس کو اور پیشاب کے بند ہونے کو اور محتاج نہیں ہوگا پچھنے لگانیکا اور اس کے علاوہ اور منافع جو اس میں ہیں شمار نہیں کئے جا سکتے:

صلوٰۃ غوثیہ برائے قضائے حاجات

شیخ علی الجنازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ اباالقاسم عمر سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے سردار شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا آپ فرماتے ہیں جس شخص نے کسی مصیبت یا سختی میں مجھ کو میرا نام لے کر پکارا میں اس کی سختی کو دور کرونگا اور جس شخص نے کسی حاجت میں میرے ساتھ اللہ کی طرف وسیلہ پکڑا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد گیارہ گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھی اور پھر میرے اوپر سلام پڑھا اور مجھ کو میرے نام کے ساتھ لیا اور پھر اپنی حاجت کا ذکر کیا۔ انشاء اللہ اس کی حاجت پوری کر دی جائیگی ایک روایت میں ہے مشرق کی سمت میری قبر کی طرف گیارہ یا سات قدم چلے اور مجھکو یاد کرے اور اپنی حاجت بیان کرے تو اس کی حاجت بر آئیگی ; اور ایک روایت کے مطابق آپ کے یہ شعر بھی پڑھے ؛

أَيُدْرِكُنِيْ ضَيْمٌ وَأَنْتَ ذَخِيْرَتِيْ ۔ وَأُظْلَمُ فِي الدُّنْيَا وَأَنْتَ نَصِيْرِيْ
وَعَارٌ عَلٰى حَامِي الْحِمٰى وَهُوَ مُنْجِدِيْ ۔ إِذَا ضَلَّ فِي الْبَيْدَا عِقَالُ بَعِيْرِيْ

(قلائد الجواہر)

بقیہ ص۔ دسویں مجلس۔ دسویں حدیث میں

کہ یہ کمائی توکل کی طرف بہت قریب ہے : اس کے بعد وہ کھانا جو صنعت سے کمایا گیا ہو اس لئے کہ اس میں آدمی اپنے ہاتھ کو محنت اور مشقت میں ڈالتا ہے اور پھر اس کو روزی ملتی ہے : اور پھر وہ کھانا جو تجارت سے کمایا گیا ہو ; اس لئے کہ صحابہ کرام تجارت سے روزی کماتے تھے اور وہ چیزیں جو جسم اور اس کی صحت اور عقل کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ مانند مٹی اور پتھر اور شیشہ اور زہر اور نشہ آور اشیاء۔ کے مانند افیون اور بھنگ اور شراب اور چرس وغیرہ کے حرام ہیں۔ اور جو چیزیں مباح ہیں ان کے کھانے میں بھی حد اعتدال کو نگاہ رکھنا چاہئے۔ اس میں تبسط اور بہت فراخی اور خرچ زیادہ کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے خلاف ہے ہاں اگر مہمان کے لئے اس کی ضیافت میں یا عیدین میں اپنے اہل و عیال کے کھانے میں توسیع کیا جائے تو مستحب اور بہتر ہے۔ لیکن اس میں بھی شرط ہے کہ محض مہمان اور اہل و عیال کے دل کو خوش کرنا مطلوب ہو، تفاخر و تکاثر کی نیت نہ ہو۔

آستانہ عالیہ علی پور شریف کی خبریں

۲/۶ اپریل بروز جمعرات جناب مہر عبدالحق صاحب کے گاؤں سالانہ عرس شریف پر حضرت مولانا الحاج شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ صاحب و حضرت مولٰنا الحاج جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب و حضرت مولٰنا الحاج فخر ملت پیر سید نذر حسین شاہ صاحب اور حضرت مولانا الحاج گوہر ملت پیر سید افضل حسین شاہ صاحب اور حضرت مولانا الحاج پیر سید اولاد حسین شاہ صاحب تشریف لائے۔ اور حضرت مولٰنا حافظ صدر المدرسین غلام رسول گوہر صاحب مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں بھی تشریف لائے رات کو حضرت جوہر ملت نے صدارت فرمائی اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب نے واعظ فرمایا۔

۹/۸ اپریل بروز ہفتہ اتوار کنجاہ ضلع گجرات حضرت مولانا الحاج رئیس الاصفیا صوفی کامل ڈاکٹر الہ دتا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سالانہ عرس شریف پر حضرات مذکورہ بالا تشریف لے گئے۔ وہاں رات کو حضرت جوہر ملت مدظلہ العالی نے نہایت عمدہ پیرایہ میں جو آپ ہی کا حق ہے عبادت و ریاضت پر مدلل اور فاضلانہ تقریر فرمائی جس سے حاضرین بہت متاثر ہوئے۔ آپ کے بعد ایک صاحب نے نعت شریف سنائی پھر ایک اور مولوی صاحب تھے انہوں نے وعظ فرمایا۔ پھر اس حقیر پر تقصیر غلام رسول گوہر نے اطاعت رسول پر قریباً پون گھنٹہ وعظ کیا۔ پھر حضرت مولانا نعمانی صاحب نے صوفیانہ وعظ فرمایا۔ اس سے اگلے روز صبح کے ناشتہ کے بعد حضرت شمس الملت اور حضرت جوہر الملت بذریعہ کار چک نمبر ۵ جنوبی نزد بھلوال سرگودھا تشریف لے گئے امید ہے آپ ۱۳/۱۲ اپریل تک واپس آستانہ عالیہ تشریف لائیں گے

حضرت مولانا معین الملت مدظلہ العالی ۲۹ مارچ کو حرمین الشریفین سے فیض یاب ہو کر واپس تشریف لائے۔

یکم اپریل کو لاہور اور تین اپریل کو قصور کارخانہ میں صرف ایک یوم کے لئے تشریف لائے اب بخیر و خوبی علی پور سیداں تشریف فرما ہیں۔

حضرت مولٰنا الحاج امین الملت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب اور حضرت مولٰنا نقیب الملت پیر سید انور حسین شاہ صاحب آستانۂ عالیہ میں رونق افروز ہیں۔ آستانۂ عالیہ میں ہر طرح سے خیریت ہے۔ آئندہ جملہ یارانِ طریقت اپنی خط و کتابت میں مولانا سید بشیر حسین صاحب کو امین الملت اور حضرت پیر سید انور حسین شاہ صاحب کو نقیب الملت کے خطاب سے یاد کریں۔ یہاں تک کہ یہ ہر دو خطاب آپ کے نام کے ساتھ مشہور ہو جائیں۔

کہا جاتا ہے کہ شاکر وہ ہے جو خرچ کے وقت اور شکور وہ ہے جو محرومی کے وقت شکر کرے، استاد ابو سہل صعلوکی نے کہا میں نے مرتعش سے سنا اس نے کہا میں نے جنید سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں سری کے سامنے بچوں کے ساتھ کھیل میں مصروف تھا اس وقت میری عمر سات برس کی تھی سری کے پاس بزرگوں کی ایک جماعت تھی۔ جو شکر میں کلام کرتے تھے جنید نے مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ بیٹا! شکر کیا ہے۔ میں نے عرض کی شکر یہ ہے کہ تو اللہ کی نعمت کو اس کی نافرمانی کا باعث نہ بنائے، اس کے بعد سری نے کہا قریب ہے کہ تیرا حصہ اللہ تعالیٰ سے تیری زبان ہو، جنید نے کہا کہ سری کی اس بات پر جو اس نے کہی میں ہمیشہ روتا رہتا تھا، شبلی کا قول ہے کہ شکر منعم کو دیکھتا ہے نعمت دیکھنا نہیں کہا گیا ہے شکر موجود کے لئے قید اور مفقود کے لئے صید ہے: ابو عثمان نے کہا، عوام کا شکر کھانے اور لباس پر ہے اور خواص کا شکر ان معانی پر جو ان کے دل پر وارد ہوتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ میں تیرا شکر کس طرح کروں حالانکہ میرے لئے تیرا شکر بھی ایک نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ میرا رب شکر بجا لایا۔ یعنی میرے شکر کی ایک شخص حقیقت ہی یہ ہے جو تو نے کہی کہ تیرا شکر کرنا بھی ایک نعمت ہے۔ ایک دوست کو بادشاہ نے قید کر دیا اس نے اپنے دوست کو لکھا کہ میں قید میں ہوں کیا کروں دوست نے کہا اللہ کا شکر کر اس کے بعد ایک مجوسی جسکو پیٹ کی بیماری تھی یعنی اس کو بار بار پاخانہ کی حاجت ہوتی تھی لایا گیا بادشاہ نے زنجیر یا بیڑی کا ایک حلقہ مجوسی کے پاؤں میں اور ایک حلقہ اس کے دوست کے پاؤں میں ڈال کر دونوں کو ایک زنجیر میں جکڑ دیا۔ رات کو مجوسی پاخانہ کے لئے بار بار اٹھتا اس کے ساتھ اس کے دوست کو بھی اٹھنا پڑتا تھا۔ اور جب تک مجوسی رفع حاجت سے فارغ نہ ہوتا وہ اس کے سر پر کھڑا رہتا۔ اس نے اپنے دوست کو پھر لکھا کہ میں سخت اذیت میں ہوں۔ اس کے دوست نے جواب دیا۔ اللہ کا شکر کر۔ اس نے کہا کب تک شکر کروں اس اذیت سے اوپر کوئی اذیت نہیں ہے اس کے دوست نے کہا اگر رب تعالیٰ مجوسی کی کمر میں جو زنار ہے وہ تیری کمر میں کر دے تو تو کیا کر سکتا تھا۔ جس طرح بیڑی مجوسی کے پاؤں میں ہے وہی بیڑی تیرے پاؤں میں اس نے کر دی، مطلب یہ ہے کہ تو رب تعالیٰ کا شکر کر کہ اس نے مجوسی کی بیڑی تیرے پاؤں میں ڈالی ہے۔ کہیں اس نے اس کے کمر کا زنار تیری کمر میں نہیں ڈالا

عرس شریف

علی پور سیداں

جملہ یاران طریقت و قارئین رسالہ کی خدمت میں عرض ہے کہ امسال آستانہ عالیہ جماعتیہ نقشبندیہ علی پور سیداں میں باہتمام مرکزی انجمن خدام الصوفیہ پاکستان زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حجۃ الکاملین امام العارفین حضرت امیر ملت شیخ الشیوخ الحاج الحافظ القاری سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ کا سالانہ عرس شریف ۱۱، ۱۲ مئی مطابق ۲۹، ۳۰ بیساکھ بروز جمعرات و جمعہ ہو رہا ہے، جسمیں صوفیائے کرام اور علماء عظام شرکت فرما رہے ہیں۔

ادارہ

سالانہ

یارانِ طریقت یا پیر بھائی

گزشتہ سے پیوستہ

قسط نمبر ۳

حضرت خواجہ خوان عالم صاحب نقشبندی نوری رحمۃ اللہ علیہ ساکن باؤلی شریف ضلع گجرات کی عادت تھی کہ جب کوئی اجنبی پٹھان آپ کے ہاں اتفاقاً آجاتا تو اس کے لئے علیحدہ کھانا تیار کرواتے اور خود اپنے ہاتھ مبارک سے اس کی خدمت کرتے۔ اگر کوئی شخص خصوصیت کی وجہ پوچھتا تو فرماتے کہ میرے حضرت پیرو مرشد کے وطن مبارک کے رہنے والے ہیں۔ اس لئے اور مہمانوں کی نسبت ان کی خصوصیت ہے۔ اب میں یارِ طریقت کے لغوی معنے بیان کرتا ہوں۔ یار فارسی لفظ ہے اور اس کے معنی مددگار یا مدد کرنے والے کے ہیں۔ طریقت کے معنی راہ کے ہیں۔ مگر مطلق راہ نہیں۔ بلکہ وہ راہ جو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف جانے والی ہو۔ پیر بھائی کے کیا معنی۔ جو دو شخص ایک پیر سے ملنے والے ہوں۔ ان کو تصوف کی اصطلاح میں پیر بھائی کہا جاتا ہے۔

جس طرح ایک شخص کے دو بیٹے ہوں۔ ان کو مادر زاد بھائی کہا جاتا ہے ویسا ہی ان دونوں کو پیر بھائی کہا جاتا ہے۔ ان پیر بھائیوں کا تعلق اور محبت ان جسمانی مادر زاد بھائیوں سے بڑھ کر ہونی چاہیے۔ اس کو اپنے پیر بھائی کے دیکھنے سے اتنی خوشی حاصل ہو کہ اپنے متعلقین جسمانی سے کسی کے دیکھنے سے اتنی فرحت حاصل نہ ہو۔ اور اس کے رنج و راحت میں شریک ہو۔ اس پیر بھائی کے رنج کو اپنا رنج اور اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف۔ اس کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھے۔ تو وہ شخص اس خطاب پیر بھائی کا مستحق ہو سکتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ ساکن تونسہ شریف فرمایا کرتے تھے کہ لفظ پیر بھائی نہیں بلکہ پیڑ بھائی ہے۔ پیڑ پنجابی میں درد کو کہتے ہیں۔ کیا معنی جو شخص دکھ یا درد یا تکلیف میں اس کا بھائی بن کر اس کی تکلیف یا رنج بٹائے۔ وہی پیر بھائی ہے۔ اس زمانہ میں تو بعض شخصوں کو اس نام سے بھی نفرت معلوم ہوتی ہے۔ ہاں بعض یارانِ طریق اس کلمہ کو اپنی عزت اور فخر کا باعث سمجھ کر ادنیٰ سے ادنیٰ یا غریب سے غریب یار طریق کو فخریہ طور پر پیر بھائی کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور یہ مقولہ ان کی زبان پر ہوتا ہے۔ ؎

مقامِ عشق میں شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے
زلیخا ہر گلی کوچہ میں بے توقیر پھرتی ہے

وہ یہی سمجھتے ہیں کہ جس طرح ایک شخص کے دو بیٹے ہوں۔ ایک لاکھ روپیہ کا مالک اور دوسرا مفلس و حاجتمند۔ مگر باپ کے بیٹے ہونے میں وہ دونوں شامل ہیں اور وہ مالدار اس مسکین کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ میرے باپ کا بیٹا نہیں ہے۔ ولدیت میں دونوں برابر شامل ہوں گے۔ ویسے ہی دو پیر بھائی خواہ وہ کسی حیثیت کے ہوں۔ ان کے پیر بھائی کہلانے سے کوئی انکار نہیں

کر سکتا - جو ایسا کرتے ہیں ان کی سخت غلطی ہے -

میرے یاروں میں سے ایک شخص شیخ محمد ابراہیم صاحب وکیل ریاست بیکانیر جو بڑے اعلیٰ پایہ کے آدمی ہیں اور مہاراجہ صاحب کے دربار میں کمال درجہ کا اعزاز حاصل ہے - ہمیشہ اپنے ادنے سے ادنیٰ مسکین وغریب پیر طریقت کو پیر بھائی کے نام سے پکارتے ہیں - ان کے کام کو بلا محنتانہ اپنا کام سمجھ کر اپنے ذاتی کام سے بھی بڑھ کر سرانجام کرتے ہیں - خدا تعالیٰ اوروں کو بھی توفیق بخشے آمین ثم آمین -

اب ہم اس مسئلہ میں ایک شرعی نگاہ ڈالنا چاہتے ہیں اور اپنے ناظرین کو وہ فیصلہ سنانا چاہتے ہیں جو قرآن کریم اور حدیث شریف نے اس مسئلہ کے متعلق فرمایا ہے - خدائے تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے - دیکھو پارہ ۲۶ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ — یعنی مومن بھائی ہیں - دوسری جگہ قرآن شریف میں ارشاد ہے - دیکھو پارہ ۶ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ — یعنی خدائے تعالیٰ کے محبوب لوگ وہ ہوتے ہیں جو مومنوں کے ساتھ نرمی اور تواضع سے پیش آئیں - ایک اور جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے رفیقوں کی صفت اس طرح بیان ہوئی ہے : رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ یعنی وہ لوگ آپس میں محبت اور شفقت کا برتاؤ رکھتے ہیں -

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ جس شخص کی بہتری چاہتا ہے - اسے نیک دوست عطا فرماتا ہے - تاکہ وہ اگر کہیں خدا کو بھول جائے تو دوست اسے یاد دلاتا ہے - اور اگر وہ شخص خدا کی یاد میں لگا رہے تو دوست اس کا مددگار رہے - فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جہاں کہیں دو مومن مل بیٹھیں ایک کو دوسرے سے دین کا ضرور فائدہ پہنچتا ہے - فرمایا جو شخص کسی کو خدا کے لئے اپنا بھائی بنالے - جنت میں ایسا درجہ بلند عطا کیا جائے گا جو کسی اور عبادت سے حاصل نہیں ہو سکتا -

حضرت ابوادریس خولانی رضی اللہ تعالیٰ نے ایک دن حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ سے کہا میں آپ کو خدا کے واسطے دوست رکھتا ہوں - حضرت معاذ رضی اللہ تعالےٰ نے فرمایا - یہ بات ہے تو میں آپ کو خوشخبری سناتا ہوں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے ارشاد فرماتے سُنا ہے کہ قیامت کے دن عرش کے گرداگرد کرسیاں بچھائی جاویں گی - اُن پر ایسے لوگ بیٹھے ہوں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے - اس وقت سب لوگ ڈر رہے ہوں گے - مگر یہ کرسی نشین اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہوں گے - یہ لوگ خدا کے دوست ہیں - جن کو نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ غم - لوگوں نے عرض کی - خدا کے حبیب یہ کون لوگ ہوں گے - فرمایا اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللهِ ——— یعنی وہ لوگ ہوں گے جو ایک دوسرے کو خدا کے واسطے دوست رکھتے ہیں - حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ وہ آدمی جو آپس میں اللہ کے واسطے دوستی رکھتے ہیں ان میں خدا کے نزدیک زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اپنے دوست کو زیادہ پیار کرے -

فرمایا حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میری دوستی کے وہ لوگ حقدار ہیں - جو ایک دوسرے سے میرے واسطے ملاقات کریں - میرے لئے ایک دوسرے کے ساتھ دوستی رکھیں - مجھے راضی کرنے کے لئے مال سے ایک دوسرے کی تکلیف دور کریں اور میرے ہی لئے ایک

دوسرے کی مدد کریں۔

فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو آپس میں میرے واسطے محبت رکھتے تھے۔ تاکہ آج جب کہ پناہ لینے کو سایہ کہیں نہیں ہیں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔

فرمایا جو شخص خدا کے واسطے اپنے دینی بھائی سے ملاقات کرتا ہے۔ اس کے پیچھے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا بہشت تجھے مبارک ہو۔

فرمایا ایک شخص اپنے کسی دوست کی ملاقات کو جا رہا تھا۔ خدا کے حکم سے اسے ایک فرشتہ رستہ میں ملا اور اس شخص سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا فلاں بھائی سے ملاقات کو جاتا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا کیا تمہیں اس سے کچھ کام ہے کہا نہیں پھر پوچھا وہ شخص تمہارا کوئی رشتہ دار ہے۔ کہا کوئی نہیں۔ پھر پوچھا کہ اس نے تمہارے ساتھ کوئی احسان کیا ہے۔ جس کا معاوضہ ادا کرنے کے لئے تم وہاں جا رہے ہو۔ کہا کوئی نہیں فرشتے نے کہا جب تمہارا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو پھر اس سے ملنے کیوں جاتے ہو۔ اس نے کہا بھائی ہیں تو صرف خدا کے واسطے اس کے پاس جا رہا ہوں۔ اور خدا کے واسطے مجھے اس سے محبت ہے۔ فرشتے نے کہا تمہیں مبارک ہو کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تیرے پاس اس واسطے بھیجا ہے کہ تجھے یہ خوشخبری سناؤں کہ خدا تعالیٰ تجھے دوست رکھتا ہے اور تیرے واسطے خدائے کریم نے اپنے اوپر بہشت کو واجب کیا ہے۔

فرمایا ایمان کے بارہ میں بہت مضبوط دستاویز وہ دوستی اور دشمنی ہے جو خدا کے واسطے ہو۔

خدائے تعالیٰ نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ تم نے یہ زہد جو اختیار کر رکھا ہے اس سے تم دنیا اور رنج سے چھوٹ کر آرام میں ہوئے۔ میری یہ عبادت جو تم کر رہے ہو اس سے تمہیں ہمارے دربار میں عزت حاصل ہو گئی ہے۔ لیکن دیکھو تو کبھی تم نے میرے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے دشمنی بھی رکھی ہے۔

حضرت عیسیٰ پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ اگر تم بالفرض کل زمین والوں اور کل آسمان والوں کی عبادتیں بھی بجا لاؤ۔ اور ان عبادتوں میں کسی کی دوستی یا دشمنی میرے واسطے نہ ہو تو وہ سب عبادتیں بے فائدہ ہوں گی۔

ایک دفعہ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا یا روح اللہ ہم کس کی صحبت میں بیٹھا کریں۔ فرمایا ایسے شخص کی صحبت میں جن کے دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آئے جس کی باتیں تمہارے علم کو بڑھائیں اور جس کے اعمال تمہیں آخرت کی طرف مائل کریں۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر خدا تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ داؤد لوگوں سے بھاگ کر تنہا کیوں بیٹھ رہا ہے۔ عرض کی الٰہی تیری محبت نے لوگوں کی یاد میرے دل سے محو کر دی اور میں سب سے متنفر ہو گیا۔ ارشاد ہوا داؤد ہوشیار رہو۔ اپنے واسطے کوئی دینی بھائی پیدا کرو۔ اور جو شخص دین کی راہ میں تمہارا مددگار نہ ہو اس سے دور بھاگو کہ وہ تمہارے دل کو سیاہ کرے گا اور مجھ سے تمہیں دور رکھے گا۔

سلطان الانبیاء علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ خدائے تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کا آدھا جسم برف سے بنا ہے اور آدھا آگ سے وہ دعا مانگتا ہے کہ الٰہی جس طرح تو نے برف ڈال دی ہے۔ اسی طرح اپنے نیک بندوں کے دلوں میں بھی الفت ڈال دے۔

فرمایا جو لوگ خدا کے واسطے آپس میں دوستی رکھتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن یاقوت سُرخ کا ایک سُتون کھڑا کیا جائے گا۔ جس کی چوٹی پر ستر ہزار دریچے ہوں گے ان پر سے وہ لوگ اہل جنت کو جھک جھک کر دیکھیں گے۔ ان کے چہروں کا نور اہل جنت پر اس طرح پڑے گا۔ جس طرح آفتاب کا نور زمین پر پڑتا ہے۔ اہل جنت کہیں گے چلو ان کو دیکھیں۔ ان لوگوں کے بدن پر سندس کا لباس ہوگا اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا

المُتَحَابُّوْنَ فِیْ اللّٰہِ ——— یعنی وہ لوگ خدا کے واسطے دوستی کرنے والے ہیں۔

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ نے موت کے وقت بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کی کہ اے خداوند دوجہان تو جانتا ہے کہ میں گناہ کرتے وقت تیرے فرمانبردار بندوں کو دوست رکھتا تھا۔ اس کام کو میرے گناہوں کا کفارہ کر۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ خدا کے واسطے دوستی رکھنے والے جب ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ تو ان سے اس طرح گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے موسم خزاں میں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں اس مسئلہ کو جس خوبی سے بیان فرمایا ہے۔ وہ قابل دید ہے۔ فرماتے ہیں کہ اے عزیز جب برادری اور صحبت کا عہد ہو گیا۔ تو اس کو عقد نکاح کی مانند سمجھ کہ جو اس کے حقوق ہیں اُن کے ادا کرنے میں جان و دل سے ساعی رہنا چاہیئے۔ کیونکہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو بھائیوں کی مثال دو ہاتھوں کی سی ہے کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہے۔

اور صحبت و محبت کے حقوق دس قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جس کا مال سے تعلق ہے۔ اور یہ حق سب حقوق میں پہلے درجہ پر ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ ایک دوست اپنے دوست بھائی کے حق کو مقدم سمجھے اور اپنا حصہ اسے دے ڈالے جیسا کہ حق میں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔

یعنی وہ اختیار کرتے ہیں اپنی ذاتوں پر اگرچہ اُن کو احتیاج ہو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ ایک دوست اپنے دوست بھائی کو اپنا جیسا سمجھے یعنی اپنے اور اس کے درمیان اپنے مال کو مشترک جانے اور سب سے آخری درجہ یہ ہے کہ دوست بھائی کو اپنا خادم یا غلام سمجھا جاوے۔ یعنی جو چیز اپنی حاجت سے زیادہ ہو وہ اس کو دے ڈالے لیکن اس سبب سے ادنیٰ درجہ میں بھی اس بات کا لحاظ رکھنا لازم ہے۔ کہ محتاج دوست کو سوال نہ کرنا پڑے اگر سوال تک نوبت پہنچی تو دوستی جاتی رہی۔ یہ دوستی یا صحبت کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

عتبۃ الغلام کا ایک دوست تھا۔ اس نے چار ہزار درم طلب کیا۔ عتبۃ الغلام نے کہا اس وقت دو ہزار درم لے جاؤ۔ دو ہزار پھر لے جانا۔ اس دوست نے جواب دیا عتبۃ الغلام تیری غیرت کو کیا ہوا۔ اللہ کی دوستی کا تو دعویٰ کرتے پھر دنیا کو اس پر ترجیح دیتے ہو

(باقی باقی)
